جاء الحق وزهق الباطل

الحمد للہ علی احسانہ و نوالہ کہ رسالہ مستندہ باحادیث نبویہ و آثار صحابہ

و مزینہ باقوال ائمہ حنفیہ و دافعہ وساوس شیطانیہ و دافعہ شکوک وہابیہ

موسومہ بہ

کشف الحجاب عن مسئلۃ ایصال الثواب

ملقبہ

معیار الحنفیہ والنجدیہ

مؤلفہ

فقیر سید امیر عفا اللہ تعالیٰ عنہ مقیم آستانہ عالیہ اجمیر شریف

سال تصنیف سنہ ۱۳۵۲ھ

جاء الحق وزهق الباطل

الحمد للہ علی احسانہ ونوالہ کہ رسالہ مستندہ باحادیث نبویہ وآثار صحابہ
ومبرہنہ باقوال آئمہ حنفیہ ودامغہ وساوس شیطانیہ ودافعہ شکوک وہابیہ

موسومہ بہ

کشف الحجاب عن مسئلۃ ایصال الثواب

ملقبہ

بمعیار الحنفیہ والنجدیہ

مؤلفہ

فقیر سید امیر عفا اللہ تعالیٰ عنہ مقیم آستانہ عالیہ اجمیر شریف

سال تصنیف سنہ ۱۳۵۲ھ

مطبوعہ جید برقی پریس بازار بلیماران دہلی میں طبع ہوا

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

بعد حمد و صلوٰۃ کے فقیر حقیر بندہ سیّد امیر عرض رسا ہی کہ آج کل فاتحہ مروجہ و ایصال ثواب کا مسئلہ ایسی اہمیت حاصل کر چکا ہے کہ ہر مقام پر مسلمانوں کے مختلف طبقے اِسکے جائز یا بدعت ہونے پر دست و گریبان نظر آتے ہیں جسکی بنیاد پر مجوزین و مانعین ہیں نوبت تفسیق و تضلیل کی پہنچ گئی اور دو مسلمان جماعتوں میں اختلاف و نفاق کی ایک وسیع خلیج حائل ہو گئی ہی۔ اِسلئے میں نے بغرض اصلاح مسلمین اس مسئلہ کی تحقیق کتب معتبرہ سے کی تاکہ اہل انصاف کی نظر میں مسئلہ صاف ہو جائے اور متعصبین و مانعین کو بھی اہل سُنّت کی تفسیق و تضلیل کی گنجائش نہ رہے۔ جن کُتب سے یہ رسالہ اخذ کیا گیا ہی وہ فقط اہل سنّت ہی کی مسلمہ نہیں بلکہ مانعین کے مُستند و مُعتبر علما کے اقوال بھی اور ان کے اکابر کے فتاویٰ بھی اُن کو مُستند بتلاتے ہیں چنانچہ کتابی صفحہ کا حوالہ بھی ظاہر کر دیا گیا ہے۔ سو الحمد للہ کہ مسئلہ اس طرح روشن اور منقح ہو گیا ہی کہ مخالف کیلئے بھی گنجائش انکار باقی نہیں اور حامیان و عاملان ایصال ثواب کیلئے بھی موجب تائید و تقویت ہی فاتحہ و ایصال ثواب مروّجہ کی اصل بھی معلوم ہو گئی اور رسوم ممنوعہ اور قیود زائدہ بھی واضح ہو گئیں جس سے اہل سنّت کو اجتناب لازم ہی۔ اِس رسالہ کا نام کشف الحجاب عن مسئلۃ ایصال الثواب ہی۔ اللہ تعالیٰ اِس رسالہ کو اہل اسلام کے لئے باعث ہدایت و رفع مناقشات اور مؤلف کیلئے سرمایہ نجات و ذخیرۂ آخرت بنادے۔ واللہ الموفق للسداد والیہ المرجع والمآب

فقیر سیّد امیر مولد چھپر شریف ضلع شاہپور پنجاب
مقیم درگاہ معلےٰ اجمیر شریف

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

جاننا چاہیئے کہ قرآن حدیث فقہ اجماع صحابہ سے زندہ مسلمانوں کی دعا وخیرات مُردہ مسلمانوں کے حق میں نافع ہونا ثابت ہی قرآن حکیم میں بہت آیات دعوات اموات پر متضمن ہیں اور ان سے ایصال ثواب کا حکم ظاہر ہوتا ہی چنانچہ چند آیات مطالعۂ ناظرین کے لئے ذیل میں درج کیجاتی ہیں - قال جل مجدہٗ - وَالَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ (سورۂ حشر) (ترجمہ) یعنی وہ لوگ کہ جو ان دونوں جماعتوں (مہاجرین والصار) کے بعد آئے وہ کہتے ہیں (اور دعائیں مانگا کرتے ہیں) کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو بخشدے اور ہمارے ان بھائیوں کو بخشدے جو ہم سے پہلے ایمان لاچکے ہیں + اور ظاہر ہی کہ یہ دعا اموات کو بھی شامل ہی - پس اگر اس دعا سے مُردوں کو نفع نہ ہوتا جو ہم سے پہلے گذر چکے ہیں تو اللہ تعالیٰ اس کو پچھلوں کے حق میں بطریقۂ مدح ظاہر نہ فرماتا بلکہ یہ دعا عبث سمجھی جاتی + سورۂ نوح میں رب العزت نے فرمایا - رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَيْتِيَ مُؤْمِنًا وَّلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ (ترجمہ) اے میرے پروردگار مجھ کو اور میرے ماں باپ کو اور جو شخص ایمان لاکر میرے گھر میں (پناہ لینے) آیا ہی اس کو اور تمام مسلمان مرد اور عورتوں کو بخشدے + ابن کثیر نے کہا کہ حضرت نوح علیہ السلام نے جمیع مؤمنین و مؤمنات کے لئے دُعا فرمائی خواہ زندہ ہوں یا مُردہ + اور حدیث میں بھی اس طرح دعا کرنا مروی ہی خطیب نے کہا کہ ضحاک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمّت کے مؤمنین و مؤمنات بھی اس دعا میں شامل ہیں کیونکہ قیامت تک کے مؤمنین و مؤمنات کے واسطے نوح علیہ السّلام نے دُعا فرمائی ہے -

سورۂ بنی اسرائیل میں ولد کو ارشاد ہوا کہ والدین کے واسطے یوں دُعا کرے رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِيْ صَغِيْرًا (ترجمہ) اے رب میرے میرے والدین پر رحم فرما جیسا کہ اُنہوں نے بچپن میں (مجھ پر رحم کیا) مجھ کو پالا + اگر انسان کا عمل دوسرے کے لئے مفید نہ ہوتا تو ولد کی دعا والدین کے حق میں بیفائدہ ہوتی -

نیز اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ فرشتے مؤمنین کے لئے دعائے مغفرت کرتے ہیں - قال جل ذکرہٗ اَلَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِيْنَ تَابُوْا وَاتَّبَعُوْا سَبِيْلَكَ اِلٰى قَوْلِهٖ وَقِهِمُ السَّيِّاٰتِ (ترجمہ) یعنی وہ ملائکہ جو عرش کو اُٹھائے ہوتے ہیں اور جو عرش کے گرداگرد ہیں ہمہ وقت اپنے پروردگار کی تعریف کے ساتھ (اسکی) تسبیح وتقدیس کرتے رہتے ہیں اور اسپر ایمان رکھتے ہیں اور ایمان والوں کے لئے مغفرت کی دُعا مانگا کرتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار تیری رحمت اور تیرا علم سب چیزوں پر حاوی ہی جو لوگ تیری جناب میں توبہ کرتے ہیں اور تیرے رستہ (دین) پر چلتے ہیں اُن کو بخشدے اور ان کو دوزخ کے عذاب سے بچا - اے میرے پروردگار ان کو (بہشت کے) ہمیشہ رہنے والے باغوں میں داخل کر جن کا تو نے ان سے وعدہ فرمایا ہے اور ان کے باپ دادوں اور ان کی بیبیوں اور ان کی اولادوں میں سے جو نیک ہوں اُنکو بھی اس آیہ کریمہ سے طلب مغفرت کا جواز ثابت ہوا اور معلوم ہوا کہ یہ طلب مؤمنین کے حق میں نافع ہے -

دوسری جگہ رب العزت نے فرمایا وَالْمَلٰٓئِكَةُ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِمَنْ فِي الْاَرْضِ - اللہ تعالےٰ ملائکہ کی مؤمنین کے حق میں استغفار کرنے کی خبر دیتا ہی کہ (ترجمہ) ملائکہ اپنے پروردگار کی تعریف کیساتھ اسکی تسبیح وتقدیس میں

لگے رہتے ہیں اور جو لوگ زمین میں رہتے ہیں اُن کے گناہوں کی معافی مانگا کرتے ہیں +غرض کہ قرآن کریم کی مذکورہ آیات سے زندوں کی دعا اموات کے لئے پیغمبروں کی دُعا اگلی پچھلی اُمتوں کے لئے۔ ملائکہ کی دعا اہل زمین کے لئے اِسقدر متعدد طریقوں سے تلقین کیگئی ہے جسکے بعد کسی صاحب عقل وفہم کو تردد کی گنجائش نہیں رہتی اور یہ سب کچھ تعلیم ہی کے لئے ہے جس سے ظاہر ہے کہ مسلمانوں کے لئے اپنے گذرے ہوئے بزرگوں۔ مقتداؤں۔ عزیزوں۔ اور دوستوں کو ہمیشہ نیک دعاؤں میں یاد رکھنا منشاے ربانی ہے اور موجب تحسین و رضائے رحمانی اللہ تعالیٰ اہل اسلام کو توفیق خیر عطا فرماوے کہ وہ ہمیشہ اپنے ہوات کو دعوات صالحہ و ایصال ثواب میں یاد رکھیں اور نفع پہنچاویں +

اَب بعد اسکے وہ احادیث جو ایصال ثواب و دعا راموات کے ثبوت پر صراحۃً دلالت کرتی ہیں ہدیۂ ناظرین کیجاتی ہیں

(حدیث اول) ابوداؤد و نسائی سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی اُنہوں نے عرض کی یا رسول اللہ ان ام سعد ماتت فای الصدقۃ افضل قال الماء فحفر بیرًا وقال ھذہ لام سعد = یارسول اللہ سعد کی ماں کا اِنتقال ہوگیا تو کونسا صدقہ اُسکے لئے کرنا بہتر ہے؟ ارشاد فرمایا پانی کا صدقہ کرنا (کہ وہاں اسکی کمی تھی اور ضرورت تھی) انہوں نے ایک کنواں کھدوایا اور کہا کہ یہ سعد کی ماں کے لئے ہے یعنے اس کا ثواب سعد کی ماں کو پہنچے +

(حدیث ۲) صحیح بخاری و مسلم میں ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی کہتی ہیں ان رجلاً قال للنبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان اُمی افتلتت نفسھا واظنھا لو تکلمت تصدقت فھل لھا اجر ان تصدقت عنھا قال نعم ایک شخص نے حضور سے عرض کی میری ماں دفعۃً مرگئی اور میرا گمان ہے کہ وہ اگر کچھ بولتی تو صدقہ کرتی تو کیا اگر میں اُسکی طرف سے صدقہ کروں تو اُسے ثواب پہنچے گا؟ ارشاد فرمایا ہاں۔ اِس حدیث کے تحت میں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ لمعات میں فرماتے ہیں فی الحدیث دلیل علیٰ ان ثواب الصدقۃ یصل الی المیت وکذا حکم الدعاء ھذا مذھب اھل الحق واختلفوا فی العبادات البدنیۃ کالصلوٰۃ و تلاوۃ القرآن والمختار نعم قیاسًا علی الدعاء۔ اِس حدیث میں اس امر پر دلیل ہے کہ میت کو صدقہ کا ثواب پہنچتا ہے اور دعا کا بھی یہی حکم ہے اور اہل حق کا یہی مذہب ہے اور عبادت بدنیہ مثلاً نماز و تلاوت قرآن میں اختلاف ہے اور مذہب مختار یہ ہے کہ دعا پر قیاس کرتے ہوئے یہ کہا جائے کہ ان کا بھی ثواب پہنچتا ہے +

(حدیث ۳) ابوداؤد بروایت عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ راوی ان العاص بن وائل اوصی ان یعتق عنہ مائۃ رقبۃ فاعتق عنہ ابنہ ھشام خمسین رقبۃ فاراد ابنہ عمرو ان یعتق عنہ الخمسین الباقیۃ فقال حتی اسأل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فاتی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقال یارسول اللہ ان ابی اوصی ان یعتق عنہ مائۃ رقبۃ وان ھشامًا اعتق عنہ خمسین وبقیت علیہ خمسون رقبۃ افاعتق عنہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ لو کان مسلما فاعتقتم عنہ اوتصدقتم عنہ اوحججتم عنہ بلغہ ذلک عاص بن وائل نے وصیت کی تھی کہ اُنکی طرف سے سو غلام آزاد کئے جائیں اور اسکے بیٹے ہشام نے پچاس غلام آزاد کردیئے اُسکے دوسرے بیٹے عمرو نے باقی پچاس کو آزاد کرنا چاہا تو کہا کہ پہلے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کرلوں حضور کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کی یارسول اللہ میرے باپ نے سو غلام آزاد کرنے کی وصیت کی تھی اور ہشام نے پچاس آزاد کردیئے اور پچاس باقی ہیں کیا میں آزاد کردوں؟ ارشاد فرمایا اگر وہ مسلمان ہوتا تو تم اُسکی طرف سے آزاد کرتے یا صدقہ

کرتے یا حج کرتے اوسے پہنچا لمعات میں حضرت شیخ نے فرمایا قولہ لو کان مسلما دل علی ان الصدقۃ لا تنفع الکافر ولا تنجیہ و علی ان المسلم ینفعہ العبادۃ المالیۃ والبدنیۃ یعنی اس سے معلوم ہوا کہ کافر کو نہ صدقہ نفع دے اور نہ اُس کو نجات دے اور مسلمان کو عبادت مالی اور بدنی دونوں سے نفع پہنچتا ہی (حدیث ۴) من قرأ الاخلاص احدی عشر مرۃ ثم وھب اجرھا للاموات اُعطی من الاجر بعدد الاموات جس نے گیارہ بار سورہ اخلاص پڑھکر اُس کا ثواب مردوں کو بخشا تو مردوں کی تعداد کے برابر اس پڑھنے والیکو ثواب ملیگا اس حدیث کو در مختار باب الجنائز اور فتح القدیر باب الحج عن الغیر میں نقل کیا ہے +

(حدیث ۵) عن انس انہ سأل رسول اللہ صلی اللہ علیہ سلم فقال یا رسول اللہ انا نتصدق عن موتانا ونحج عنھم وندعوا لھم فھل یصل ذلک الیھم قال نعم انہ لیصل الیھم وانھم یفرحون بہ کما یفرح احدکم بالطبق اذا اھدی الیہ ترجمہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ یا رسول اللہ ہم اپنے مردونکی طرف سے صدقہ کرتے ہیں اور حج کرتے ہیں تو کیا انہیں یہ پہنچتا ہے۔ ارشاد فرمایا کہ بیشک وہ انکو پہنچتا ہی اور بیشک وہ اُس سے خوش ہوتے ہیں جیسا تم میں سے کسی کے پاس طبق ہدیہ کیا جاتا ہی تو وہ خوش ہوتا ہی۔ اس حدیث کو بھی امام ابن ہمام نے فتح القدیر میں ذکر کیا ہی (حدیث ۶) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دو سینگ والے خوبصورت مینڈھونکی قربانی کی اور اپنے دست مبارک سے ذبح کئے اور فرمایا بسم اللہ واللہ اکبر ھذا عنی وعمن لم یضح من امتی الٰہی یہ میری طرف سے ہو اور میری اُمت میں اُنکی طرف سے جس نے قربانی نہیں کی رواہ احمد و ابو داؤد و الترمذی عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ +

(حدیث ۷) حنش کہتے ہیں میں نے علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دو مینڈھے کی قربانی کرتے دیکھا میں نے اس کا سبب پوچھا تو فرمایا ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اوصانی ان اضحی عنہ فانا اضحی عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے وصیت فرمائی ہی کہ میں حضور کیطرف سے قربانی کروں۔ اس لئے میں حضور کی طرف سے قربانی کرتا ہوں رواہ ابو داؤد

(حدیث ۸) ان رجلا سأل النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال کان لی ابوان ابرھما حال حیاتھما فکیف لی ببرھما بعد موتھما فقال علیہ الصلوٰۃ والسلام ان من البر بعد البر ان تصلی لھما مع صلوٰتک و ان تصوم لھما مع صیامک رواہ الدارقطنی ایک شخص نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سوال کیا اور کہا کہ میرے والدین تھے کہ میں انکی زندگی میں انکے ساتھ سلوک کرتا تھا اب انکے مرنے کے بعد انکے ساتھ کس طرح بھلائی کروں۔ ارشاد فرمایا نیکی بعد نیکی یہ ہی کہ اپنی نماز کے ساتھ ان کے لئے نماز پڑھ اور اپنے روزہ کے ساتھ انکے لئے روزہ رکھ۔ اقول یہاں انکے لئے نماز پڑھنے اور روزہ رکھنے کے یہی معنی ہیں کہ نماز روزہ کا ایصال ثواب کیا جائے نہ یہ کہ انکی طرف سے نماز پڑھکر فرائض و واجبات کا انکے ذمہ میں سے ساقط کرنا اگرچہ عمل غیر سے اس صورت میں بھی نفع پہنچنا ثابت ہوگا مگر مراد معنی اول ہے اسلئے کہ ایک حدیث میں آیا ہی لا یصلی احد عن احد ولا یصوم احد عن احد ایک شخص دوسرے کی طرف سے نہ نماز پڑھ سکتا ہی نہ روزہ رکھ سکتا ہی۔ اسی واسطے اُس حدیث میں لھما فرمایا عنھما نہیں فرمایا اور اس حدیث میں عن احد فرمایا لاحد نہ فرمایا (حدیث ۹) عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من دخل المقابر فقرأ سورۃ یٰس خفف عنھم یومئذ جو قبرستان میں جاکر سورہ یٰسین پڑھے اُس دن مردوں سے تخفیف ہوجاتی ہی۔ ان احادیث سے بخوبی ثابت ہی کہ زندوں کے اعمال صدقہ وغیرہ

ع صفحہ ۶۳۱ مطبوعہ مطبع امیریہ مصر + ع صفحہ ۳۰۹ مطبوعہ مصر جلد ثانی + ع صفحہ ۳۰۹ جلد ثانی مطبوعہ مصر +

سے اموات کو نفع پہنچتا ہے اور اپنے اعمال کا ثواب پہنچائے تو ثواب پہنچتا ہی امام ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ نے اس مسئلہ کو فتح القدیر میں نہایت شرح و بسط کے ساتھ بیان کیا ہی اور مذہب اہل سنت والجماعت کو آیات و احادیث سے ثابت کیا ہو اور مطلق ایصال ثواب سے انکار کو معتزلہ کا مذہب بتلاتے ہوئے ان کی دلیل ذکر کر کے اسکے متعدد جواب ذکر کئے ہیں۔ جو شخص ان جوابات کے ملاحظہ کا شوق رکھتا ہو وہ فتح القدیر اور بحر الرائق کے صفحہ ۳۰۹ اور صفحہ ۵۹ کا مطالعہ کرلے انشاء اللہ تعالیٰ مسئلہ کی پوری تحقیق ہو جائے گی +

(حدیث ۱۰) اخرج البخاری ومسلم عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا مات الانسان انقطع عنہ عملہ الا من ثلثۃ صدقۃ جاریۃ او علم ینتفع بہ او ولد صالح یدعو لہ ترجمہ۔ بخاری اور مسلم نے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت کی ہی کہ حضرت نے فرمایا ہو کہ جس وقت انسان مرتا ہی تو اسکے عمل کا ثواب موقوف ہو جاتا ہی۔ مگر تین عملوں کا ثواب باقی رہتا ہی۔ جس میں سے ایک یہ ہے کہ اولاد صالح اس کے لئے دعا کرتی ہے (حدیث ۱۱) امام مالک کی مؤطا میں سعید بن صالح سے روایت آئی ہو کہ بی بی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے بھائی عبدالرحمٰن کیطرف سے کہ وہ سوتے میں مر گئے تھے بہت سے غلام آزاد کئے (حدیث ۱۲) ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں آیا ہو کہ جسکے جنازہ پر چالیس آدمی کھڑے ہو کر نماز پڑھیں بشرطیکہ کسی نے خدا کے ساتھ شرک نہ کیا ہو اور وہ میت کی شفاعت کریں تو خدا انکی شفاعت قبول کرتا ہی رواہ مسلم عن کریب مولی ابن عباس (حدیث ۱۳) انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ترمذی نے روایت کی ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان الصدقۃ تطفیٔ غضب الرب صدقہ بجھا دیتا ہے آتش غضب الٰہی کو اور احمد اور ترمذی اور ابن ماجہ نے روایت کی ہو کہ حضرت نے فرمایا الصدقۃ تطفئ الخطیئۃ کما یطفئ الماء النار اللہ دینا بجھا دیتا ہے گناہ کو جیسا کہ بجھا دیتا ہے پانی آگ کو (حدیث ۱۴) اخرج الطبرانی فی الاوسط عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ما من اھل بیت یموت منھم میت فیتصدقون عنہ الحدیث (ترجمہ) روایت کی طبرانی نے اوسط میں انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ کہا حضرت انس نے سُنا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ فرماتے تھے کوئی اہلبیت سے میت نہیں ہوتی ہے کہ لوگ اسکی طرف سے صدقہ دیں مگر حضرت جبرائیل اسے نوری طبق میں رکھ کر لیجاتے ہیں پھر قبر کے کنارے کھڑے ہو جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے صاحب قبر یہ ہدیہ ہو کہ بھیجا ہی طرف تیری اہل تیری نے پس قبول کر اس کو پس داخل ہوتا ہی اسپر پس خوش ہوتی ہی بسبب ھدیہ کے میت اور غمگین ہوتے ہیں ہمسائے اسکے جنہوں کی طرف نہیں ہدیہ بھیجا گیا۔ (حدیث ۱۵) مشکوٰۃ شریف میں حضرت محمد بن نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک حدیث مرفوع ہو کہ فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جس نے اپنے والدین کی قبر کی یا دونوں میں سے ایک کی ہر جمعہ کے دن زیارت کی اس کے گناہ بخشدئے جاویں گے اور وہ نیکوکار لکھدیا جاویگا +

(حدیث ۱۶) تفسیر کبیر میں ہو ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یاتی قبور الشھداء علیٰ راس کل حول فیقول سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار والخلفاء الاربعۃ ھکذا یفعلون (ترجمہ) حضور صلی اللہ علیہ وسلم شہیدوں کے مزارات پر ہر برس کے شروع میں تشریف لیجاتے تھے اور اس طرح انکو مخاطب کر کے فرماتے تھے کہ سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار۔ یعنے تم پر سلامتی ہو بسبب اس کے کہ تمنے

صبر کیا اور اچھا ہوا آخر ٹھکانہ اس حدیث سے یہ نتیجہ نکلا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر شروع سال میں شہید و کی قبروں پر آتے اور بعد فرمانے السلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار کے کچھ پڑھ کر ان کو بخشتے تھے تو ہم لوگ جو ہر سال بزرگوں کے عرس میں حاضر ہو کر کچھ پڑھ کر بخشتے ہیں تو یہ خلاف طریقۂ رسول اللہ نہیں بلکہ اتباع ہی فعل رسول اللہ اور خلفائے راشدین کا (حدیث ۱۷) طبرانی نے اوسط میں انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہو کہ میری امت پر اللہ کی بڑی رحمت ہو کہ جو قبر میں گنہگار داخل ہوں گے وہ بہ سبب دعا اور استغفار مسلمانوں کے قبر سے بیگناہ ہو کر اٹھیں گے + (حدیث ۱۸) بیہقی نے شعب الایمان میں عبد اللہ بن عمر سے روایت کی ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ مُردے کو بند کر کے مت رکھا کرو اس کو جلدی پہنچایا کرو اور اس کے سر کی طرف سورۂ بقر کا اول اور اس کے پاؤں کی طرف سورۂ بقر کا آخر پڑھا کرو +

(حدیث ۱۹) حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہو کہ حضور نے فرمایا کہ جو شخص قبرستان میں جا کر سورۂ فاتحہ اور قل ہو اللہ احد اور الھٰکم التکاثر پڑھ کر مُردوں کو بخشدے تو تمام مؤمنین اور مؤمنات قیامت کے دن اس کے شفیع ہونگے +

(حدیث ۲۰) کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا فرغ من دفن المیت وقف علی قبرہ وقال استغفروا لاخیکم واسألوا اللہ له التثبیت فانه الآن یسأل یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب فراغت پاتے تھے دفن میت سے ٹہرتے اسکی قبر پر اور فرماتے کہ مغفرت مانگو اپنے بھائی کی اور دُعا کرو کہ اللہ اس کو ثابت اور قائم رکھے جواب ہی میں کیونکہ اب اس سے منکر و نکیر کا سوال ہو گا۔ یہ حدیث فقیہ شامی نے رد المحتار میں سنن ابی داؤد سے نقل کی ہو +

(حدیث ۲۱) مشکوٰۃ میں بروایت مسلم موجود ہو وعن عمرو بن العاص قال لابنه وھو فی سیاق الموت اذا انا مِتُّ فلا تصحبنی نائحة ولا نارٌ فاذا دفنتمونی فشنوا علی التراب شناً ثم اقیموا حول قبری قدر ما ینحر جزورٌ ویقسم لحمھا حتی استانس بکم واعلم ماذا اراجع برسل ربی رواہ مسلم یعنی روایت ہو عمرو بن العاص صحابی رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا انہوں نے اپنے بیٹے سے جب وہ حالت نزع میں تھے کہ جب میں مر جاؤں نہووے میرے پاس کوئی عورت نوحہ کرنیوالی اور نہ آگ پھر جب دفن کرو مجھ کو ڈالو مجھ پر مٹی آہستہ آہستہ پھر کھڑے ہو جاؤ میری قبر کے گرد اگرد اور اتنی دیر ٹہرو کہ ذبح کیا جاوے اونٹ اور تقسیم ہو جاوے گوشت اُس کا تاکہ آرام اور اُنس پکڑوں تمہارے ساتھ اور جان لوں کہ کیا جواب دوں اپنے پروردگار کے فرشتوں کو روایت کیا اس کو مسلم نے دیکھئے یہ فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ سے بہت صحیح اور معتمد طور پر ثابت ہو معلوم نہیں لوگوں نے اس کو کیوں ترک کر دیا چاہیئے کہ اہل اسلام اس کی تعمیل کریں اگر سب آدمی نہ ٹہر سکیں بباعث کسی ضرورت اور کاروبار کے تو میت کے دوست و آشنا و اقربا میں سے چند آدمی ٹہریں اور پڑھتے رہیں قرآن و استغفار وغیرہ اور دعا کریں میت کیلئے والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ + (حدیث ۲۲) بیہقی کی حدیث ہو ما المیت فی القبر الا کالغریق المتغوث ینتظر دعوۃ تلحقه من اب او اخ او صدیق فاذا لحقته کان احب الیه من الدنیا وما فیھا مُردے راہ تکا کرتے ہیں کہ زندوں سے کسی طرح کی ان کو مدد پہنچے جس طرح ڈوبنے والا فریاد رسوں کا منتظر رہتا ہو۔

اِس حدیث میں اشارہ ہوگیا ماں باپ کو کہ وہ اپنی اولاد کو دُعائے خیر سے یاد رکھیں اور بھائی بھائی کو اور دوست دوست کو اسواسطے کہ مُردہ ان سب کی طرف اُمید لگائے رہتا ہے + اب کتب فقہ کی بعض روایات سنئے بلکہ ان سے پہلے کتب عقائد میں سے "شرح عقائد نسفی" کی یہ عبارت دیکھئے وفی دعاء الاحیاء للاموات وصدقتھم عنھم نفع لھم خلافاً للمعتزلۃ (ترجمہ) زندے مُردوں کے لئے دعا کریں یا ان کی طرف سے صدقہ دیں تو مردوں کو نفع پہنچتا ہے فرقہ معتزلہ اسکے مخالف ہیں۔ شرح عقائد کی عبارت سے معلوم ہوا کہ ایصال ثواب کے منکر معتزلہ ہیں اہل سنت کے نزدیک بالاتفاق بلانکیر مردوں کو ثواب پہنچتا ہے۔ امام اعظم سیدنا ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کتاب مستطاب فقہ اکبر کی شرح میں ملا علی قاری علیہ الرحمۃ الباری لکھتے ہیں فذھب ابو حنیفۃ واحمد وجمھور السلف الیٰ وصولھا یعنے امام ابوحنیفہ و امام احمد و جمہور سلف صالحین کا مذہب ہے کہ میّت کو ثواب پہنچتا ہے + یہاں تک کہ قاضی ثناء اللہ صاحب تذکرۃ الموتیٰ میں اِس مسئلہ کے متعلق جمع احادیث فرما کر لکھتے ہیں لہذا جمہور فقہاء حکم کردہ است کہ ثواب ہر عبادت بمیّت میرسد یعنی اسی بنا پر فقہا نے حکم فرمایا ہے کہ ہر عبادت کا ثواب میت کو پہنچتا ہے یہ قاضی صاحب وہ ہیں جن کو منکرین بھی مانتے ہیں۔ ہدایہ صفحہ ۲۶۳ مطبوعہ مطبع مجیدی جلد اوّل میں ہے الاصل فی ھذا الباب ان الانسان لہ ان یجعل ثواب عملہ لغیرہٖ صلوٰۃ اوصوماً اوصدقۃ اوغیرھا عند اھل السنۃ والجماعۃ لماروی عن النبی انہ ضحی بکبشین املحین احدھما عن نفسہٖ والاٰخر عن امتہ ممن اقر بوحدانیۃ اللہ تعالیٰ وشھد لہ بالبلاغ ۔ (ترجمہ) اہل سنت والجماعۃ (خصوصاً فقہائے احناف) کے نزدیک جائز ہے کہ انسان اپنے عمل کا ثواب دوسرے کو بخشے خواہ یہ عمل نماز ہو یا روزہ یا صدقہ یا سوا اسکے اعمال صالحہ سے اِسلئے کہ مروی ہے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے کہ آپنے دو مینڈھے سفید مائل بسیاہی کی قربانی کی ایک کی ان میں سے اپنی جانب سے اور دوسرے کی اپنی امت کی طرف سے جنہوں نے اقرار کیا اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اور شہادت دی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تبلیغ رسالت کی فتح القدیر میں ہے خالف فی جمیع ذالک المعتزلۃ مطلقاً ایصال ثواب کے منکر معتزلہ ہیں۔ بحر الرائق میں ہے من صام اوصلی اوتصدق وجعل ثوابہ لغیرہٖ من الاموات والاحیاء جاز ویصل ثوابھا الیھم عند اھل السنۃ والجماعۃ یعنے اہل سنت وجماعت کا مذہب یہ ہے کہ جس نے روزہ رکھا یا نماز پڑھی یا صدقہ کیا اور اس کا ثواب دوسرے کو مردوں اور زندوں کو پہنچائے تو یہ جائز ہے اور ان کو ثواب پہنچتا ہے۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے الاصل فی ھذا الباب ان الانسان لہ ان یجعل ثواب عملہ لغیرہٖ صلوٰۃ کان اوصوماً اوغیرھا کالحج وقرأۃ القراٰن والاذکار وزیارۃ قبور الانبیاء علیھم الصلوٰۃ والسلام والشھداء والصالحین وتکفین الموتیٰ وجمیع انواع البر یعنے اس باب میں قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ انسان اپنے عمل کا ثواب دوسرے کو پہنچا سکتا ہے نماز ہو یا روزہ یا صدقہ یا اسکے علاوہ جیسے حج اور قرأۃ قرآن اور اذکار اور زیارۃ قبور انبیاء و شہداء و اولیاء و صالحین و تکفین اموات اور ہر قسم کے نیکی کے کام۔ ایصال ثواب کا جواز تو دوسری چیز ہے ایصال ثواب کرنے میں بہ نسبت ایصال نہ کرنے کے ثواب زیادہ ہے ایصال نہ کرے تو صرف عمل کا ثواب ملیگا اور ایصال کرنے کی صورت میں تمام مردوں کی برابر اس کو ثواب ملیگا جیسا کہ حدیث ۱۲

سے مستفاد ہے محیط پھر تتارخانیہ پھر رد المحتار میں ہے الافضل لمن یتصدق نفلاً ان ینوی لجمیع المؤمنین والمؤمنات ولا ینقص من اجرہ شئ جو صدقہ نفل کرنا چاہتا ہے اس کے لئے افضل یہ ہی کہ تمام مؤمنین اور مؤمنات کی نیت کرلے کہ اُن سب کو پہنچے گا اور اس کے اجر میں کچھ کمی نہ ہوگی تو جب اپنا کچھ نقصان نہیں اور دوسروں کا فائدہ ہی تو ظاہر ہے کہ ایسا فائدہ پہونچانا ہر حال میں بہتر ہوگا اگر ایسے فائدہ پہنچانے سے بھی گریز کرے تو یہ انتہائی بخل کی دلیل ہے کہ اور جگہ دینے میں تو اپنے پاس سے کوئی چیز کم ہوتی ہے اور یہاں یہ بھی نہیں +

سوال۔ ایصال ثواب کی نسبت بعض وقت خدشہ گذرتا ہی کہ اگر عمل نیک کا ثواب دوسرونکی روح کو بخشا جاوے تو بخشنے والے کے لئے کیا نفع ہوا البتہ مُردوں کو اس سے نفع پہنچتا ہی۔ الجواب فی شرح الصدور تخریج الطبرانی عن ابی عمرو قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا تصدق احدکم صدقۃ تطوعاً فلیجعلہا عن ابویہ فیکون لہما اجرہا ولا ینقص من اجرہ شئ - یہ حدیث نص ہی اس میں کہ ثواب بخشدینے سے بھی عامل کے پاس پورا ثواب رہتا ہے اور صحیح مسلم کی حدیث سے بھی اسکی تائید ہوتی ہے من سن سنۃ حسنۃ فلہ اجرہا واجر من عمل بہا من غیر ان ینقص من اجرہ شئ او کما قال وجہ تائید ظاہر ہے کہ دوسرے شخص کی طرف تعدیہ ثواب سے بھی عامل کا ثواب کم نہیں ہوتا اتنا فرق ہی کہ حدیث طبرانی میں تعدیہ بالقصد ہے اور حدیث مسلم میں بلا قصد سو یہ فرق حکم مقصود میں کچھ موثر نہیں اور فقہا نے بھی ان روایات کے مدلول کو بلا تاویل تلقی بالقبول کیا ہے کما فی رد المحتار عن زکوٰۃ التتارخانیۃ عن المحیط الافضل لمن یتصدق نفلاً ان ینوی لجمیع المؤمنین والمؤمنات ولا ینقص من اجرہ شئ الخ اور راز اس میں احقر کے ذوق میں یہ ہے کہ معانی میں توسع اسقدر ہی کہ تعدیہ الی المحل الآخر سے بھی محل اوّل سے زوال نہیں ہوتا چنانچہ تعدیہ علوم و فیوض میں مشاہدہ ہے بخلاف اعیان کے کہ وہاں ایسا نہیں بلکہ ہبہ کرنے کے بعد شئے موہوب واہب کے پاس نہیں رہتی نیز یہ خدشہ گذرتا ہے کہ ایک چیز کا ثواب چند لوگوں کو پہنچایا جاوے تو وہ بلا تجزی سب کو برابر پہنچے گا جیسا کہ اسکے فضل کا مقتضا ہی یا تقسیم ہوکر بحسب حصہ جیسا کہ اس کے عدل کا مقتضا ہی۔ جواب اس کا یہ ہے کہ یہ مسئلہ مختلف فیہ ہی مگر امید فضل واسع خداوند کریم سے یہی ہے کہ بلا تجزی و تقسیم برابر پہنچے اور یہی مختار شامی علیہ الرحمۃ ہے چنانچہ شامی علیہ الرحمۃ بعد تحریر اقوال مختلفہ تحریر فرماتے ہیں قلت سئل ابن حجر المکی عما لو قرأ لاہل المقبرۃ الفاتحۃ ہل یقسم الثواب بینہم او یصل لکل منہم مثل ثواب ذلک کاملاً فاجاب بانہ افتی جمع بالثانی وہو اللائق بسعۃ الفضل (رد المحتار جلد اول صفحہ ۹۴۴) مگر کسی نے دلیل میں کوئی نص ذکر نہیں کی ہی اور ظاہر ہے کہ مسئلہ قیاسی ہے نہیں اس لئے بدون نص اسمیں کوئی کلام نہیں کیا جا سکتا البتہ سوال بالا کے جواب میں جو حدیث طبرانی کی مذکور ہے اس کو ظاہر الفاظ کے اعتبار سے عدم تجزی پر دال کہا جا سکتا ہے کیونکہ اجرہا کا مرجع صدقہ ہی جسکا حقیقی مفہوم کل الصدقہ ہے نہ کہ جزو الصدقہ اور لہما سے متبادر اور شائع اطلاق کے وقت کل واحد ہوتا ہی اور مجموعہ مراد ہونا محتاج قرینہ ہوتا ہی اور قرینہ کا فقدان ظاہر ہے پس معنے یہ ہوئے کہ دونوں میں سے ہر ہر واحد کو بلا تجزی و تقسیم پورے صدقہ کا اجر ملیگا

اور دوسرے احتمالات مخالفہ غیر ناشی عن دلیل ہیں اس لئے معتبر نہیں اور مسئلہ قطعیات میں سے نہیں اس لئے بھی ایسے احتمالات مضر نہیں۔ فتاوی کبیری میں ہے لو یتصدق عن المیت او دعی له بعث الله الی المیت علی طبق من نور (ترجمہ) اگر صدقہ دیا جاتا ہے مردے کی طرف سے یا دعا کی جاتی ہے اس کے واسطے بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اپنی طرف سے مردے کے اوپر طبق نور کے فی الملتقط الاحیاء قال بعض السلف الدعاء للاموات بمنزلة الهدایا للاحیاء فیدخل الملك علی المیت مع طبق من نور فیقول هذه هدیة لك من عند قریبك فلان یفرح المیت بذلك کما یفرح الحی بالهدیة یعنی ملتقط الاحیاء میں ہے کہ کہا بعض سلف نے کہ دعا واسطے اموات کے بمنزلہ ہدیہ کے ہے واسطے زندوں کے پس داخل ہوتا ہے فرشتہ میت پر ساتھ طبق نور کے پس کہتا ہے یہ تحفہ ہے کہ بھیجا ہے تیری طرف تیرے فلانے عزیز نے پس خوش ہوتا ہے وہ مردہ جیسا کہ خوش ہوتا ہے زندہ بسبب ہدیہ کے (از تلک العشر صفحہ ۱۲) بحر الرائق کے باب الحج عن الغیر صفحہ ۵۹ جلد ثالث مطبوعہ مصر میں ہے والاصل فیہ ان الانسان له ان یجعل ثواب عمله لغیره صلوٰة او صدقة او قرأة قران او ذکرا او طوافا او حجا او عمرة او غیر ذلک عند اصحابنا للکتاب والسنة اما الکتاب فلقوله تعالیٰ وقل رب ارحمهما کما ربیانی صغیرا واخباره تعالیٰ عن ملٰئکة بقوله ویستغفرون للذین اٰمنوا وساق عباراتهم بقوله تعالیٰ ربنا وسعت کل شئی رحمة وعلما فاغفر للذین تابوا واتبعوا سبیلك الی قوله وقهم السیاٰت واما السنة فاحادیث کثیرة منها ما فی الصحیحین حین ضحی بالکبشین فجعل احدهما عن امته وهو مشهور تجوز الزیادة به علی الکتاب و منها ما رواه ابوداؤد اقرؤا علی موتاکم سورة یٰس وحینئذ فتعین ان لایکون قوله تعالیٰ وان لیس للانسان الا ما سعی علی ظاهره وفیه ثلاث تاویلات اقربها ما اختاره المحقق ابن الهمام انها مقیدة بما یهبه العامل یعنی لیس للانسان من سعی غیره نصیب الا اذا وهبه له فحینئذ یکون له واما قوله علیه السلام لا یصوم احد عن احد ولا یصلی احد عن احد فهو فی حق الخروج عن العهدة لا فی حق الثواب فان من صام او صلی او تصدق وجعل ثوابه لغیره من الاموات والاحیاء جاز ویصل ثوابها الیهم عند اهل السنة والجماعة کذا فی البدائع یعنے قاعدہ کلیہ اس باب میں یہ ہے کہ ہمارے ائمہ کے نزدیک اپنے ہر قسم کے اعمال کا ثواب دوسرے کو پہنچا سکتا ہے اور اس کا ثبوت قرآن وحدیث سے ہے اسکے بعد صاحب بحر اس کے ثبوت میں چند آیات واحادیث ذکر کرتے ہیں پھر بدائع سے نقل کرتے ہیں کہ من صام او صلی او تصدق وجعل ثوابه لغیره من الاموات والاحیاء جاز ویصل ثوابها الیهم عند اهل السنة والجماعة اور مطلق ایصال ثواب سے انکار کو معتزلہ کا مذہب بتلاتے ہیں کہ معتزلہ کا مذہب یہ ہے کہ عبادت کا ثواب سوائے فاعل کے غیر کو نہیں پہنچتا ہے خواہ عبادت مالی ہو یا بدنی خواہ مرکب ہو مالی اور بدنی سے اور ان کی دلیل بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وان لیس للانسان الا ما سعی یعنی انسان کو کوئی چیز نافع نہیں مگر جو کہ خود کیا یہ آیت دلالت کرتی ہے اس بات پر کہ آدمی کو نفع نہیں بجز اس بات کے کہ بذاتِ خود کوشش کی اور عمل کیا پھر اس کے جواب میں صاحب بحر فرماتے ہیں کہ گو ظاہر آیت منکرین ایصال ثواب کی مؤید ہے اور اسی پر دلالت کرتی ہے کہ ایک کا عمل دوسرے کو مفید نہیں لیکن حکم دعائے والدین اور استغفار ملائکہ مؤمنین کے حق میں اور اس کے سوا اور احادیث مشہورہ ایصال ثواب کی ظاہر آیت کے مخالف ہیں تو بالقطع ہم کو ثابت ہوا کہ ظاہر

آیت اپنے اطلاق پر باقی نہیں ورنہ تعارض نصوص شرعیہ میں لازم آئیگا اسی بنا پر علما اہلسنت والجماعۃ نے اس میں تاویلیں کی ہیں قوی تران تاویلات میں سے وہ تاویل ہے جس کو محقق ابن الہمام نے اختیار کیا ہو کہ یہ آیۃ مقید ہے بقید عدم ہبہ عامل یعنے مراد اس آیت سے یہ ہے کہ انسان کو غیر کے عمل سے کچھ حاصل نہیں مگر جبکہ غیر اس کو بخشدے تو البتہ مفید ہوگا لہذا یہ آیت بھی مخالف ایصال ثواب نہیں۔ اور تقید آیت بہتر ہے نسخ آیت کے قائل ہونے سے اسلئے کہ آیت از قبیل اخبار ہو اور خبر میں نسخ جاری نہیں اسیطرح قول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لا یصوم احد عن احد و لا یصلی احد عن احد یعنی نہ روزہ رکھے کوئی کسی کی طرف سے اور نہ نماز پڑھے کوئی کسی کی طرف سے اگرچہ یہ بھی منکرین ایصال ثواب کی تائید کرتا ہے مگر حقیقت میں یہ کلام فرائض و واجبات کے ساقط کرنے کے حق میں وارد ہے نہ حق ثواب میں پس جس نے روزہ رکھا یا نماز پڑہی یا صدقہ دیا اور اس کا ثواب اپنے غیر کو زندوں اور مُردوں کو بخشا تو یہ جائز ہے اور یہ ثواب اِس غیر کو پہنچے گا مگر اس سے فرائض و واجبات جو اس کے ذمہ تھے وہ ساقط نہ ہوں گے اگرچہ تخفیف کی اُمید ہو۔ یہ ہے خلاصہ عبارت صاحب بحرالرائق کا فاحفظ فانہ شئ عزیز۔

خاتم المفسرین مولانا شاہ عبدالعزیز صاحبؒ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ اوائل حال میں مُردے راہ تکا کرتے ہیں کہ زندوں سے کسی طرح کی ان کو مدد پہنچے جس طرح ڈوبنے والا فریاد رسوں کا منتظر رہتا ہے مولوی اسمٰعیل اپنی کتاب صراط مستقیم کے صفحہ ۶۳ میں لکھتے ہیں حضرت رسالت پناہ سعد بن معاذ رضؓ را بعد التماس ایشان کہ مادرم ناگاہ فوت شدہ و یارائے گفتن نیافت واگرمی یافت وصیتے میکرد پس برائے وے اگر چیزے بحکم نفع بوے خواہد رسید فرمود چاہ بکن و بگو کہ این برائے مادر سعد است یعنی حضرت سعد بن معاذ صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ نے وفات پائی تو انہوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ میری والدہ کو کچھ کہنے کا موقع نہ ملا اگر ملتا تو وہ وصیت کرتی اگر میں انکی طرف سے کچھ کروں کیا انہیں نفع پہنچے گا؟ حضور نے فرمایا کنواں بناؤ اور کہو کہ یہ سعد کی والدہ کے لئے ہو اس کے بعد پھر مولوی اسمٰعیل لکھتے ہیں "و حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا از طرف برادر خود عبدالرحمن رضؓ بعد وفاتش بردہا آزاد کردند و برہمیں قیاس باید کرد سائر عبادات را ہر عباد نیکہ از مسلماں ادا شود ثواب آں بروح کسے از گذشتگان برساند و طریق رسانیدن آں دعائے خیر بجناب الٰہی است پس ایں خود البتہ بہتر و مستحسن است" (صراط مستقیم صفحہ ۶۳)

یعنے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے بھائی عبدالرحمن کی وفات کے بعد ان کی طرف سے غلام آزاد کئے اور اسی پر تمام عبادتوں کو قیاس کرنا چاہیئے پس جو عبادت مسلمان سے ادا ہو اس کا ثواب گذرے ہوئے لوگوں میں سے کسی کی روح کو پہنچائے تو یہ ضرور بہتر اور مستحسن ہو اور ثواب پہنچانے کا طریقہ بارگاہ الٰہی میں دُعا کرنا ہے۔ مولوی اسمٰعیل کی اس عبارت نے فاتحہ گیارہویں تیجہ چالیسواں عُرس نذر نیاز سب کو جائز کردیا جب ہر عبادت کا ایصال ثواب حدیث شریف سے ثابت ہو تو ذکر تلاوت صدقہ سب کا ایصال ثواب حدیث کے مُطابق ہوا اس کو بدعت کہنا امر بالسنہ کو بدعت بتانا اور سمٰعیل کو بدعتی ٹھیرانا ہے اور سمٰعیل ان امور کو بدعت و شرک کہے تو وہ اپنے قول سے خود ملزم ہے الحاصل قرآن کریم کی آیات اور نبی کریم کی ہدایت اور صحابہ کرام کی روایات

اور فقہاء و علماء کی تصریحات سے یہ ثابت ہوا کہ کلمہ کلام اطعام طعام صوم صلوٰۃ خیر خیرات اور جتنی نیکیاں ہیں ان سب کا ثواب ایک کو بخشے یا تمام مومنین اور مومنات کو بخشے سب کو پہنچتا ہے۔ جب کوئی نذر نیاز کرتا ہے فرشتے خدا کے حکم سے اس کو نور کے طباق میں لیجا کر جس کو ثواب بخشا گیا ہے اس کے سامنے کرتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ فلاں شخص نے تم کو یہ تحفہ بھیجا ہے وہ دیکھ کر خوش ہوتا ہے اور جو بھیجتا ہے اس کے ثواب میں کسی قسم کی کمی نہیں ہوتی اور مُردے راہ تکا کرتے ہیں کہ زندوں سے کسی قسم کی ان کو مدد پہنچے اور اس ثواب رسانی کیلئے تخصیص دن کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول اور فعل سے ثابت ہے اگر تخصیص نہ کیجئے تب بھی ہر وقت ثواب پہنچ سکتا ہے پس ان تمام باتوں کا خیال کر کے خیر خواہوں نے مُردوں کی بے بسی اور بے کسی پر نظر کر کے بہ نظر ہمدردی اور خیر خواہی ان کی نفع رسانی اور ثواب پہنچانے کا یہ طریقہ قائم کیا کہ متعدد تاریخیں مثل تیجہ دسواں بیسواں چالیسواں سہ ماہی ششماہی برسی اور حسب خواہش جب چاہے ان کی نذر نیاز فاتحہ کے لئے قائم کیں اور اسمیں چند مصلحتیں سمجھے اوّل یہ کہ مردہ جو زندوں کی مدد کا محتاج ہوتا ہے جب اس کو ثواب پہنچتا ہے تو اس کی روح خوش ہوتی ہے اور اس کلمہ کلام اور اطعام طعام کی برکت سے اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت کرتا ہے اور اس پر رحمت کا نزول ہوتا ہے۔ دوسرے یہ کہ جو ثواب پہنچاتا ہے اس کے ثواب میں کمی نہیں ہوتی بلکہ اس خیر خواہی کے صلہ میں وہ مستحق ثواب کا ہوتا ہے تیسرے یہ کہ اس حیلہ سے جو غریبوں اور محتاجوں کو کھانا کھلایا جاتا ہے اوّل غریبوں کا بھلا ہوتا ہے بعد کھانیکے ان کے دل سے دعا نکلتی ہے اور جو ثواب پہنچانیوالا ہے اور جس کو پہنچایا گیا ہے دونوں کو مفید ہے بالجملہ یہ مسئلہ بحمدہ تعالیٰ اسقدر واضح اور صاف ہو گیا کہ مخالفین میں جو عمل بالحدیث کے مدعی ہیں اگر اپنے دعوے میں کچھ بھی سچے ہوں تو ایصال ثواب سے انکار نہ کریں گے یہ تو میں کیسے کہوں کہ حدیث پر عمل کریں اور ایصال ثواب کریں کہ وہ ایسا کر نہیں سکتے مگر کم از کم انکار سے تو باز آئیں اور وہ لوگ جو اپنے کو حنفی کہتے ہیں اور ایصال ثواب سے انکار کرتے ہیں وہ بھی اس سے باز آئیں کہ علاوہ احادیث کے کتب معتبرہ و مستندہ حنفیہ کی متعدد عبارتیں پیش کر دی ہیں تاکہ انکار کی گنجائش باقی نہ رہے اور غالباً انہیں مجبوریوں کو دیکھتے ہوئے یہ لوگ اپنی طرف سے کچھ باتیں اضافہ کر کے اسے بدعت و ناجائز کہتے ہیں ورنہ ان کے متقدمین تو سرے سے ایصال ثواب سے بھی انکار کرتے تھے اور دلیل وہی پیش کرتے تھے جو معتزلہ پیش کرتے تھے مگر جب اہل سنت کے دلائل باہرہ کا جواب نہ ہو سکا تو عدم جواز کے لئے دوسرا پہلو نکالا کبھی کہتے ہیں کہ کھانے پر فاتحہ پڑھنا ناجائز ہے اور کبھی یہ کہ ہاتھ اُٹھا کر فاتحہ پڑھ کر دعا کرنا کبھی یہ کہ کھانا سامنے رکھنا کبھی یہ کہ دن کی تخصیص کرنا غرض ایسی ہی باتیں پیش کر کے ایصال ثواب کو روکنا چاہتے ہیں۔

شیرینی اور کھانے وغیرہ پر فاتحہ دینے کا بیان!

بخاری و مسلم و دیگر محدثین حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک طویل حدیث روایت کرتے ہیں جس کا ایک ٹکڑا یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس مع ایک گروہ صحابہ کے جب پہنچے تو فرمایا ھلمی یا سلیم ما عندک الحدیث یعنی اے ام سلیم جو تمہارے پاس ہو لاؤ اُنہوں نے وہی روٹی جو حضرت انس کے ہاتھ حضور کی خدمت میں بھیجی تھی حضور کی خدمت میں پیش کردی حضور کے ارشاد سے وہ روٹی توڑی گئی ام سلیم نے کپہ اسپر نچوڑ دیا جس میں کچھ روغن تھا وہ گویا سالن ہو گیا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے الفاظ قسم دعا سے اسپر پڑھے یعنے جو خدا نے چاہا اس پر پڑھا اور دس دس آدمیوں کو بُلا کر کھلانا شروع کیا غرض سب لوگ کھانا کھا کر آسودہ ہو گئے اور کل آدمی ستر یا اسی تھے۔ دوسری حدیث انہیں انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے صحیحین وغیرہما میں مروی ہو اُم سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کھجور اور گھی اور پنیر کا ملیدہ بنا کر ایک طشت میں رکھ کر حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیا کہ اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لیجاؤ اور عرض کرو کہ میری ماں نے بھیجا ہے اور سلام عرض کیا ہے اور یہ کہا ہے کہ یہ تھوڑی سی چیز میری طرف سے حضور کی خدمت میں حاضر ہے اُنہوں نے جا کر عرض کر دیا ارشاد فرمایا اِسے رکھ دو پھر فرمایا انس جاؤ فلاں اور فلاں اور فلاں چند شخصوں کے نام لیکر فرمایا انہیں بلالاؤ اور جو تمہیں ملے اسے بلالاؤ جن کو نامزد کیا تھا انہیں اور جو ملا اسے سب کو میں نے دعوت دیدی جب میں واپس ہوا تو دیکھتا ہوں گھر آدمیوں سے بھرا ہوا ہے حضرت انس سے پوچھا گیا کتنے آدمی ہونگے کہا کہ قریب تین سَو کے؟ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ اس ملیدہ پر ہاتھ رکھا اور جو خدا نے چاہا اسپر پڑھا پھر دس دس شخصوں کو کھانے کے لئے بلایا اور فرمایا کہ اللہ کا نام لو اور اپنے قریب سے کھاؤ سب کھا کر آسودہ ہو گئے پھر ایک گروہ نکلا اور دوسرا داخل ہوا یہاں تک کہ سب نے کھایا حضور نے فرمایا کھانا اُٹھاؤ میں نے اُٹھایا میں نہیں جانتا کہ جب میں نے رکھا تھا اسوقت زیادہ تھا یا جب میں نے اُٹھایا اُسوقت زیادہ تھا۔ حدیث غزوۂ تبوک کی مشکوٰۃ میں بروایت مسلم مذکور ہے جب لوگ گرسنہ ہو گئے حضرت عمر نے دعا کرانی چاہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تب آپ نے دسترخوان بچھوایا اور فرمایا لے آؤ جو کچھ کسی کے پاس کھانا بچا ہوا ہو تب کسی نے ایک مٹھی جوار کی کسی نے کھجور کسی نے ٹکڑا روٹی کا جس کے پاس جو کچھ بچا ہوا تھا لا کر ڈالدیا بہت ہی تھوڑا سا ذخیرہ جمع ہوا۔ پھر آپنے اس پر دُعا فرمائی اور فرمایا بھر لو اپنے برتن پھر جسقدر لشکر تھا سب نے اپنے تمام برتن جو ان کے پاس تھے بھر لئے اور خوب کھایا اور پھر بھی کھانا بچ رہا۔ شارحین لکھتے ہیں کہ اسوقت لشکر میں ایک لاکھ آدمی موجود تھے

پس صحیح حدیث سے معلوم ہوا کہ لاکھ آدمی اس بات پر شاہد تھے کہ سامنے رکھے ہوئے کھانے پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا مانگی باقی رہی یہ بات کہ حضرت نے وہ دعا مانگی جس کی آپ کو ضرورت تھی صاحب حاجت وہ دعا کرتا ہو جو اس کو منظور ہے دُعا ہونے میں دونوں برابر ہیں کیونکہ دعا کے معنی شرع میں السوال من اللہ الکریم یعنے خدائے بزرگ سے کسی چیز کا سوال کرنا اور یہ دونوں صورتوں میں موجود ہو۔ کتاب اوزجندی مُصنّفہ ملا علی قاری رح اور ھدایۃ الحرمین میں مرقوم ہو کان الیوم الثالث من وفات ابراھیم بن محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام جاء ابوذر عند النبی صلے اللہ علیہ وسلم و عندہٗ تمرۃ یابستہ ولبن الناقۃ وخبز الشعیر فوضعھا عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقرأ النبی صلی اللہ علیہ وسلم سورۃ الفاتحہ مرۃً وسورۃ الاخلاص ثلاث مرات وقال اللّٰھم صل علیٰ محمد انت لھا اھل وھو لھا اھل فرفع یدیہ ومسح وجھہ وامر اباذران یقسمھا وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثواب ھذہ الاطعمۃ لابنی ابراھیم علیہ السّلام یعنی حضرت ابراہیم صاحبزادہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وفات کے تیسرے دن حضرت ابوذر خرما اور اونٹنی کا دودھ اور جَو کی روٹی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لیکر آئے اور حضور انور علیہ السلام کے سامنے رکھدیا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اُسپر سورۂ فاتحہ ایک بار اور سورۂ اخلاص تین بار پڑھا اور اللّٰھم صل علیٰ محمد انت لہا اہل وہو لہا اہل فرمایا اور آپنے دونوں ہاتھوں کو اُٹھایا اور چہرہ پر مسح کیا اور حضرت ابوذر کو فرمایا کہ اس کو تقسیم کردو اور یہ فرمایا کہ اے اللہ اس کھانے کا ثواب ہمارے بیٹے ابراہیم کو پہنچے۔ غرضیکہ احادیث فعلیہ اور قولیہ سے دعا مانگنا بحضور طعام ثابت ہوا اہل انصاف کو چاہیئے کہ سخن پروری کو چھوڑ کر ان دلائل پر خوب تامل فرماویں اور اتباع حق کریں ورنہ ایسا تو کریں کہ فاتحہ پڑھنے والوں کو صلوات نہ سُنائیں مرا بخیر تو امید نیست بد مرساں۔ مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فتاویٰ عزیزیہ صفحہ ۵، مطبع مجتبائی دہلی میں فرماتے ہیں "طعامیکہ ثواب آں نیاز حضرت امامین نمایند و برآں فاتحہ وقل و درود بخوانند تبرک میشود خوردن آن بسیار خوب ہست" یعنی جس کھانے پر حضرت امامین رضی اللہ عنہما کا نیاز دیا گیا ہو اور اسپر فاتحہ و درود و قل پڑھے گئے ہوں تو وہ تبرک ہو اور اس کا کھانا نہایت خوب ہو غرضیکہ امامین کی نیاز کا کھانا اور اسپر فاتحہ وقل و درود پڑھنا شاہ صاحب متبرک اور بہت خوب بتاتے ہیں۔ یہ وہی نیاز ہے جس کو غلطی سے مولوی اسماعیل کہتے ہیں کہ یہی حضرت کے زمانے کے کفار کا کفر و شرک تھا اور جو کوئی یہ معاملہ کرے وہ ابوجہل کے برابر مشرک ہے۔ دوسری جگہ شاہ صاحب فرماتے ہیں "اگر ملیدہ و شیر برنج برائے فاتحہ بزرگے بقصد ایصال ثواب بروح ایشاں پختہ بخورانند جائز است مضائقہ نیست" (فتاویٰ عزیزیہ صفحہ ۴۱) یعنی اگر ملیدا اور دُودھ چاول کسی بزرگ کی فاتحہ کے لئے ان کی روح کے ایصال ثواب کے ارادہ سے پکاکر کہلائیں کچھ مضائقہ نہیں جائز ہے۔ مولانا شاہ ولی اللہ صاحبؒ زبدۃ النصائح کے صفحہ ۳۲ میں انکا فتویٰ ہے سائل نے سوال کیا تھا کہ ملیدہ یا شیر برنج وغیرہ اولیاء اللہ کا نیاز دینا درست ہو یا نہیں؟ اس کے جواب میں شاہ صاحب نے یہ لکھا اگر ملیدہ و شیر برنج بنا بر فاتحہ بزرگے بقصد ایصال ثواب بروح ایشاں پزند و بخورانند مضائقہ نیست و طعام نذر اللہ اغنیارا خوردن حلال نیست واگر فاتحہ بنام بزرگے دادہ شد پس اغنیار را ہم خوردن جائز است یعنی اگر ملیدہ اور کھیر

اِس لئے پکائیں کہ اُسپر کسیکا فاتحہ دیکر اس کا ثواب ان کی روح کو بخشیں اور لوگوں کو کھلائیں تو اس میں کچھ مضائقہ نہیں ہے اور نذر کا کھانا امیروں کو حلال نہیں ہاں اگر کسی بزرگ کے نام سے فاتحہ دیا گیا ہو تو اس کا کھانا امیروں کے لئے بھی جائز ہے یہی شاہ صاحب موصوف اپنی کتاب آنتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ میں فاتحہ کا حکم دیتے ہیں۔ عبارت یہ ہے "پس دہ مرتبہ درود خواندہ ختم تمام کنند و بر قدرے شیرینی بنام خواجگان چشت عموماً بخوانند و حاجت از خدائے تعالیٰ سوال نمایند الیٰ آخرہ پس دس مرتبہ درود شریف پڑھ کر ختم تمام کریں اور کسیقدر شیرینی پر فاتحہ تمام خواجگان چشت کی پڑہیں اور اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجت طلب کریں۔ مولانا عبداللہ گجراتی جو بہت بڑے عالم صالح متقی اور شاہ عبدالحق محدث دہلوی کے ہمعصر تھے اپنے وصیت نامہ میں لکھتے ہیں کہ "تخصیصات در اوضاع و تراکیب ماکولات و تعینات در مفروات بفاتحہ و نیاز ہائے بزرگان از رسوم صالحہ ہست یعنی فاتحہ و نیاز بزرگان دین میں مقامات کی تخصیص اور خاص خاص آیات و سورتوں کی تعیین اور مختلف قسم کی کھانوں کی ترکیب خاص ہیئت کے ساتھ اچھی رسم ہی نیز فاتحہ و صدقہ و نذر نیاز کے متعلق شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی تحفہ اثنا عشریہ میں فرماتے ہیں کہ حضرت امیر و ذریۂ طاہرہ او را تمام امت بر مثال مریدان و مرشدان می پرستند و امور تکوینیہ را بایشاں وابستہ می دانند و فاتحہ و درود و نذر بنام ایشاں رائج و معمول گردیدہ چنانچہ با جمیع اولیاء اللہ تعالیٰ ہمیں معاملہ ہست۔ یعنی حضرت مولا علی اور ان کی اولاد کو ساری امت مریدوں پیروں کی طرح پوجتی ہے اور کارخانہ دنیا کا انہیں سے وابستہ جانتی ہے اور فاتحہ اور صدقات اور درود و منت ان کے نام رائج و معمول ہو گئی چنانچہ تمام اولیاء اللہ سے یہی معاملہ ہے۔ اب ایک عبارت مولوی اسمٰعیل کی بھی تو ملاحظہ فرمائیے جو صراط مستقیم میں لکھی ہے "نہ پندارند کہ نفع رسانیدن باموات باطعام و فاتحہ خوانی خوب نیست چہ ایں معنی بہتر و افضل" (صراط مستقیم مطبع ضیائی صفحہ ۷۳) یعنے نہ سمجھے کہ مردوں کو کھانا کھلانے اور فاتحہ خوانی کے ذریعہ سے نفع پہنچانا اچھا نہیں ہے کیونکہ یہ معنی بہتر و افضل ہیں اب تو اسماعیلی فاتحہ کے لئے بیکار جنگ نہ کریں گے ان کے امام نے بھی بہتر و افضل مان لیا۔

اور اسی صفحہ میں طعام اور قرآت کے اجتماع کو بہتر کہا حیث قال "ہرگاہ ایصال نفع بمیت منظور دارد موقوف بر اطعام نہ گذارد و اگر میسر باشد بہتر است والا صرف ثواب سورۂ فاتحہ و اخلاص بہترین ثوابہا است" دوسری جگہ اسی کتاب کے صفحہ ۶۳ میں لکھتے ہیں "پس در خوبی ایں قدر امر از امور مرسومہ فاتحہ ہا و اعراس و نذر و نیاز اموات شک و شبہ نیست" یہاں تو صاف نذر و نیاز اموات کا ذکر ہے جس کو تقویۃ الایمان میں شرک بتایا ہے اور اس کے کرنے والے کو ابوجہل کے برابر مشرک ٹھیرایا ہی یہاں مولوی اسماعیل عرس کی خوبی میں شک و شبہ نہیں بتاتے تو فرمائیے اپنے حکم سے مؤمن رہے یا مشرک اور مشرک ہوئے تو فقط ابوجہل کے برابر یا فرعون و ہامان کے برابر کیونکہ فقط نذر و نیاز کرنے سے ابوجہل کے برابر مشرک بنا چکے اور یہاں نذر و نیاز کی ترغیب دے رہے ہیں اور اس کو خوب بتا رہے ہیں اور خوبی میں شک و شبہ لانے سے منع کر رہے ہیں تو تقویۃ الایمان کے لحاظ سے ابوجہل سے کئی درجہ اور بڑھ گئے ابھی کیا ہی صراط مستقیم صفحہ ۱۲۲ مطبع ضیائی کی فصل دوم میں موافق تعلیم اپنے مرشد سید احمد صاحب کے لکھتے ہیں "اول طالب را باید کہ

باوضو دوزانو بطور نماز بہ نشیند و فاتحہ بنام اکابر این طریق یعنے حضرت خواجہ معین الدین سنجری و حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی وغیرہما خواندہ التجا بجناب حضرت ایزد پاک بتوسط این بزرگان نماید و بہ نیاز تمام وزاری بسیار از بسیار دعائے کشود کار خود کردہ ذکر دوضربی شروع نماید یعنی پہلے طالب کو چاہیئے کہ باوضو دوزانو نماز کی طرح پر بیٹھے اور اس طریقہ کے اکابر یعنے حضرت خواجہ معین الدین سنجری اور حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی وغیرہما کے نام کی فاتحہ پڑھ کر درگاہ الٰہی میں ان بزرگوں کے وسیلہ سے التجا کرے اور انتہائی عجز و نیاز اور کمال تضرع وزاری کے ساتھ اپنی حل مشکل کی دُعا کر کے ذکر دوضربی شروع کرے غرضیکہ مکان پاک میں رو بقبلہ ہوکر فاتحہ پڑھنا آداب کے ساتھ امام الطائفہ کے کلام سے ثابت ہوگیا اتنے ہی پر اکتفا نہیں بلکہ یہ بھی تصریح کر با وضو دوزانو نماز کے طریقہ پر بیٹھے ہی کو تقویۃ الایمان میں ڈبل شرک لکھا ہے تقویۃ الایمان صفحہ ۴۴ میں لکھتے ہیں کہ آداب سے کھڑے ہونا اور اس کو پکارنا اور اس کا نام جپنا انہیں کاموں میں سے ہے کہ اللہ صاحب نے خاص اپنی تعظیم کے لئے ٹھہرائے ہیں اور کسی سے یہ معاملہ کرنا شرک ہی جہاں ادب سے کھڑے ہونا شرک ہو وہاں باادب دوزانو اور وہ بھی نماز کی طرح بیٹھنا کس طرح شرک نہوگا۔ جامع الاوراد میں عامہ مسلمین کی فاتحہ کے متعلق ہے ”اگر طعام فاتحہ کردہ بفقرا دہد البتہ ثواب میرسد“ یعنے اگر کوئی کھانے پر فاتحہ دیکر فقرا مساکین کو تقسیم کردے تو اس کا ثواب میت کو پہنچتا ہے اور اسی جامع الاوراد میں فاتحہ کی ترکیب یہ لکھی ہی ”چوں قرآن ختم کند اول پنج آیت خواندہ دست برائے فاتحہ بردارد و ثواب ختم بارواح ہر کہ خواہد بطفیل آنحضرت بخشد“ طرفہ تر یہ کہ خود امام الطائفہ میاں اسماعیل دہلوی اپنی تقریر ذبیحہ میں وہابیہ کو ذبح کر گئے لکھتے ہیں ”اگر شخصے بزے را خانہ پرورکند تا گوشت او خوب شود و او را ذبح کردہ و پختہ فاتحہ حضرت غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ خواندہ بخوراند خللے نیست الحاصل حضرت شاہ ولی اللہ صاحب اور شاہ عبدالعزیز صاحب و دیگر علماء کی عبارات سے شیرینی اور کھانے پر فاتحہ پڑھنا بخوبی ثابت ہوگیا ہی۔ رہا ہاتھ اُٹھا کر دُعا کرنا تو یہ امر فی نفسہ ثابت ہی۔ حدیث میں دعا کے لئے ہاتھ اُٹھانا آیا ہے اور علماء نے اسے آداب دُعا سے قرار دیا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اذا سئلتم اللہ فاسئلوہ ببطون اکفکم ولا تسئلوہ بظھورھا۔ جب خدا سے سوال کرو تو ہتھیلیوں کے پیٹ کو اوپر کر کے سوال کرو پشت دست کو اوپر کر کے سوال نہ کرو رواہ ابوداؤد عن مالک بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ دوسری حدیث ابوداؤد کی ابن عباس سے یہ ہی سلوا اللہ ببطون اکفکم فاذا فرغتم فامسحوا بہا وجوھکم اس میں اتنا مضمون زیادہ فرمایا کہ فارغ ہوکر مونہہ پر ہاتھ پھیرلو۔ ترمذی نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اذا رفع یدیہ فی الدعاء لم یحطھما حتی یمسح بھما وجھہ دعا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہاتھ اُٹھاتے تو جب تک مونھ پر نہ پھیر لیتے نیچے نہ کرتے۔ ترمذی و ابوداؤد و بیہقی کی روایت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان ربکم کریم حیی یستحیی من عبدہ اذا رفع یدیہ الیہ ان یردھما صفرا بیشک تمہارا رب حیا و کرم والا ہی جب کوئی بندہ اسکی طرف ہاتھ اُٹھاتا ہے تو خالی واپس کرنے سے حیا فرماتا ہے۔ بیہقی انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یرفع یدیہ فی الدعاء حتی یری بیاض ابطیہ سئل اللہ

صلے اللہ علیہ وسلم دُعا میں اتنا ہاتھ اُٹھاتے (یعنی احیاناً) کہ بغل مبارک کی سپیدی دکھائی دیتی اور سہل بن
سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی کان یجعل اصبعیہ حذاء منکبیہ ویدعوا دعا کرتے وقت حضور
دو انگلیوں کو شانوں کے مقابل کر لیتے تھے اور سائب بن یزید سے راوی وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں
ان النبی کان اذا دعا فرفع یدیہ مسح وجھہ بیدیہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم دعا کرتے وقت
ہاتھ اُٹھاتے تو دونوں ہاتھ چہرہ مبارک پر پھیر لیتے۔ ابوداؤد نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت
کی وہ فرماتے ہیں المسألۃ ان ترفع یدیک حذو منکبیک یعنی سوال کہتے اس کو ہیں ہاتھ کو مونڈھے کے
مقابل یا قریب انکے اٹھائے جامع الصغیر میں جلال الدین سیوطی نے ایک حدیث نقل کی (حدیث) انہ
کان اذا دعا جعل بطن کفیہ الی وجھہ یعنی جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دعا فرماتے تو ہاتھ
اٹھانے میں ہتھیلی ہاتھ کی اپنے چہرہ مبارک کی طرف کرتے تھے اور آپ کا حکم بھی یہی تھا کہ جب تم دعا کرو تو ہاتھ
اٹھا کر ہتھیلی پھیلا کر دعا کرو پس جبکہ دعا میں ہاتھ اُٹھانا حضور کا فعل ہے اور اس طرح دعا کرنے میں امید اجابت
ہے کہ اللہ اس طرح دُعا کرنیوالے کو خالی ہاتھ پھیرنے سے حیا فرماتا ہے تو ایصال ثواب کے وقت جو دعا کی جائے گی
اُسے بھی ہاتھ اٹھا کر کریں اور یہ کہیں کہ الٰہی اس کا ثواب فلاں وفلاں اور جمیع مؤمنین ومؤمنات کو پہنچا دے
مگر جو ایصال ثواب نہیں کرنا چاہتے وہ شاید اس وجہ سے ہاتھ اُٹھانے کو منع کرتے ہوں گے کہ کہیں دُعا قبول
نہ ہو جائے اور ثواب پہنچ جائے کہ انہیں یہ کب منظور ہے ایسا ہوتا تو بیچ بیچ سے اسے ناجائز کیوں کہتے
یونہیں کھانا سامنے رکھنا ممانعت کی وجہ نہیں ہو سکتی اگر یہ کوئی ناجائز امر ہوتا تو کھانے کے وقت سامنے
کیوں رکھا جاتا مگر یہ تو وہ کہہ سکتا ہے کہ داہنے بائیں پیچھے رکھ کر ایصال کرتا ہو اور جو مطلق ایصال ثواب کرتا
بھی نہ ہو تو سوا اس کے کیا کہا جا سکتا ہے کہ ایصال ثواب سے روکنے کا یہ ایک حیلہ ہے۔ اور بلا دلیل شرعی
ایسی مہمل باتیں قابل سماعت نہیں غرض کہ احادیث فعلیہ وقولیہ ہر طرح سے رفع یدین عند الدعاء اور دعا مانگنا
بحضور طعام ثابت ہوا اگر کوئی معترض یہ کہے کہ عبادت بدنی مثلاً قرارت قرآن اور عبادت مالی مثلاً صدقہ کا
الگ الگ کرنا جائز ہے لیکن دونوں کا جمع کرنا جائز نہیں تو ہم کہیں گے کہ جب صدقہ اور قرأۃ قرآن دونوں چیزوں کا
ثواب جُدا جُدا پہنچ سکتا ہے جیسا کہ احادیث اور کتب معتبرہ فقہ سے ثابت ہے عبارات پہلے گذر چکی ہیں تو اگر
یہ دونوں کام ایک وقت میں کئے جائیں تو ناجوازی کی کیا وجہ ہے کیا اس وقت قرآن پڑھنا ناجائز ہے یا صدقہ
دینا ناجائز ہے اور جب دونوں جائز تو ایک ساتھ بھی جائز اگر عبادت مالی اور بدنی کے جمع کرنے میں کوئی آیۃ
یا حدیث ممانعت میں آئی ہو تو منع کرو ورنہ تم کو سکوت چاہیئے حالانکہ ہم دعویٰ کرتے ہیں کہ کوئی حدیث یا آیت
ممانعت جمع بین العبادتین میں نہیں آئی اگر آئی ہو پیش کرو ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین۔

امام حجۃ الاسلام محمد غزالی قدس سرہ العالی در احیاء العلوم فرمایند" اذا لم یحرم الآحاد فمن
این یحرم المجموع وہم درالست ان افراد المباحات اذا اجتمعت کان ذلک المجموع مباحًا
کتاب التجنیس والمزید مؤلفہ امام برہان الدین مرغینانی صاحب ہدایہ میں ہے روی ان علیا رضی اللہ
تعالیٰ عنہ تصدق بخاتم وھو فی الرکوع فمدحہ اللہ تعالیٰ بقولہ یؤتون الزکوٰۃ

وھم راکعون یہ روایت تفسیر معالم و مدارک وبیضاوی ورازی وغیرہ میں بھی وارد ہے لکھتے ہیں کہ ظہر کے وقت ایک آدمی نے سوال کیا مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں جب اس کو کچھ نہ ملا اس نے ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا کر کہا کہ اے اللہ تو گواہ رہیئے کہ میں نے مسجد نبوی میں سوال کیا اور کچھ بھی کسی نے نہ دیا حضرت علی کرم اللہ وجہہ حالت رکوع میں تھے آپ نے اپنے داہنے ہاتھ کی انگلی خنصر جسمیں انگوٹھی تھی سائل کی طرف کر دی اُس نے آگے بڑھ کر انگوٹھی انگشت علی کرم اللہ وجہہ سے نکال لی انتہی۔ اب دیکھئے صدقہ ایک عبادت مالی ہو اور نماز عبادت بدنی اور اللہ جل شانہ نے اس جمع بین العبادتین کرنے پر سورۂ مائدہ میں تعریف فرمائی اور امام ابوالبرکات النسفی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر مدارک میں اس مقام پر فرماتے ہیں کہ یہاں شان نزول فعل ایک کا ہے پھر صیغہ جمع کیوں فرمایا جواب دیا کہ اس میں رغبت دلائی سب آدمیوں کو کہ یہ ثواب کچھ ایک کے لئے نہیں جو کوئی اس طرح کریگا ان سب کو ایسا ہی ثواب ملیگا اور لکھا مدارک میں والآیۃ تدل علی جواز الصدقۃ فی الصلوٰۃ یعنی آیت سے معلوم ہوا کہ صدقہ دینا نماز میں جائز ہے بناءً علیہ جمع کر دینا عبادت بدنی و مالی کا نص کتاب اللہ سے جائز بلکہ قابل مدح وثنا معلوم ہوا۔ دارمی محدث نے کتاب الاضاحی میں روایت کی ہے جابر ابن عبداللہ سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مینڈھے قربانی کئے جب ان کو ذبح کے لئے قبلہ رو لٹایا تب آپنے یوں پڑھا انی وجھت وجھی للذی فطر السمٰوٰت والارض حنیفا وما انا من المشرکین ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العالمین لا شریک لہ وبذلک امرت وانا اول المسلمین اللھم ان ھذا منک ولک عن محمد وامتہ ثم سمی اللہ وکبر وذبح یعنی اول حضرت نے دو آیتیں پڑھیں پھر فرمایا یا اللہ یہ قربانی تیرے فضل وکرم سے ہے اور تیری ہی رضامندی کے لئے ہی محمد اور اس کی امت کی طرف سے پھر آپنے بسم اللہ واللہ اکبر فرما کر ان کو ذبح کیا اور مسلم کی حدیث میں دعا مانگنا ایک دوسرے موقع قربانی میں اس طرح بھی آیا ہے اللھم تقبل من محمد وال محمد ومن امۃ محمد اس کو غور سے دیکھئے یہ کیا ہے وہی عبادت بدنی و مالی کا اجتماع ہے اور ظاہر ہے کہ دو قسم کی عبادت کرنے والے ایک قسم کی عبادت کرنے والے سے افضل ہوں گے اور کیونکر منع ہو جمع بین العبادتین حق سبحانہ فرماتا ہے فاستبقوا الخیرات یعنی سبقت چاہو نیکیوں میں اور تفسیر روح البیان میں ہے والمراد جمیع انواع الخیر اور ایسا ہی تفسیر عزیزی میں ہے معلوم ہوا کہ ہر قسم کی عبادت وخیرات بدنی و مالی جس کسی سے جسقدر ہو سکے سب مامور بہا ہیں شرعًا +

مُغالطہ

بعض منکرین ایصال ثواب عدم جواز کی یہ علت بیان کرتے ہیں کہ یہ نذر نیاز میں بایں ہیئت کذائی قرون ثلثہ میں پائی نہیں گئیں اور جن کا حدوث بعد قرون ثلثہ کے ہو وہ بدعت ہو اور واجب ہے ترک کرنا اس کا۔ جواب اس کا یہ ہے کہ ایصال ثواب ایک مفہوم کلی نوعی یا جنسی کہنا چاہیئے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے لیکر ابتک برابر پایا جاتا ہے اس میں ذرا تغیر و تبدل نہیں اور طریق ایصال ثواب جس کو ہیئت کذائی کیساتھ تعبیر کیا گیا ہے یہ اس کے افراد ہیں اور افراد اور اشخاص کے متحد اور ایک ساتھ ہونا از قبیلہ محالات سے ہے

پس قرون ثلٰثہ میں جو صورتیں ثواب رسانی کی تھیں باعتبار اپنے تعین اور تشخص کے وہ اور افراد ہیں اور بعد قرون ثلٰثہ جو ذرائع ثواب رسانی کے ہیں باعتبار اپنے تعین اور تشخص کے انکے مغائر دوسرے افراد ہیں پس مستدل کا یہ کہنا کہ یہ نذر نیازیں بایں ہیئت کذائی قرون ثلٰثہ میں نہ تھیں اور جن کا حدوث بعد قرون ثلٰثہ کے ہو وہ بدعت واجب الترک ہے یہ حقیقۃً لوگوں کو بہکانا اور دہوکہ دیکر اس کار خیر سے ان کو باز رکھنا اور اپنے کو مناع الخیر قرار دینا ہے اور آپ کو معلوم ہے کہ ان نذر و نیازوں اور فاتحہ کے کرنے کا طریقہ کیا ہے جس عالم جاہل عوام خواص سے پوچھئے سو یہی کہیگا کہ بروقت نیاز کے یہ کہتے ہیں کہ خداوندا اس ماحضر کا ثواب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا شہدائے کربلا یا فلاں بزرگ یا عزیز کو پہنچا اس بیان سے یہ ظاہر ہے کہ نیاز دینے والا ماحضر کا ثواب پہنچاتا ہے نہ کہ نفس ماحضر کو اور ثواب کا پہنچانا اس بات پر موقوف ہی کہ یہ ماحضر اول خدا کی نذر کی جاتی ہی اور اس کے صلہ میں خدا کی طرف سے جو اس کو ثواب ملتا ہی اسکی نسبت خدا سے یہ درخواست ہوتی ہے کہ خداوندا اس نذر کے صلہ میں جو تو نے مجھ کو ثواب عطا کیا ہے تو یہ ثواب میری طرف سے فلاں شخص کو پہنچا پس وہ شیٔ جو خدا کی نذر کی گئی اور صرف اس کا ثواب کسی بزرگ یا عزیز کو پہنچایا گیا وہ شیٔ منذور خدا کس طرح حرام ہوگی ان نذر و منذور خدا کو حرام کہئے تو جتنی قربانیاں جو خدا کی نذر کی جاتی ہیں وہ سب حرام ہوئیں مگر جتنے حرام کہنے والے ہیں اس کو بڑی رغبت سے کھاتے ہیں کسی کی زبان سے یہ نہیں نکلتا کہ ہم حرام کھا رہے ہیں الحاصل یہ نذر نیازیں جو خدا کے واسطے ہوتی ہیں اور ان کا ثواب بزرگوں اور عزیزوں کو پہنچا کر ان کی روح کو خوش کیا جاتا ہے اور اللہ کی طرف سے ان پر نزول رحمت کا ہوتا ہے پس یہ ثواب رسانی جس کا ثبوت شرعی حدیثوں سے ہے اس کو آپ شرک و بدعت کہہ کے لوگوں کو نفرت دلاتے ہیں اور اس کار خیر کو بند کرنا چاہتے ہیں جن کو ثواب پہنچایا جاتا ہے ان کو ثواب سے محروم کرتے ہیں اس ثواب کے پہنچانے سے روحیں خوش ہوتی تھیں ان پر نزول رحمت کا ہوتا تھا ثواب پہنچانے والا مستحق ثواب کا ہوتا تھا اس حیلہ سے غربا مساکین کا پیٹ بھرتا تھا ان سب کی آپنے ریڑ ماردی قیامت کے دن یہ سب آپ کا دامن پکڑ کر ہر ایک خدا کے سامنے فریادی ہونگے ہوقت آپکی کیا گت ہوگی

مزارات پر جمع ہو کر قرآن خوانی کا بیان

ملا علی قاری علامہ جلال الدین سیوطی قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہم اللہ سب لکھتے ہیں روی عن سفیان قال کان الانصار اذا مات لهم المیت اختلفوا الی قبرہ ویقرؤن القرآن حضرت سفیان سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ انصار کا دستور تھا جب ان کے خویش و اقارب میں سے کسیکا انتقال ہوتا تو وہ اسکی قبر پر جاتے اور قرآن پڑہتے تھے علامہ عینی شرح ہدایہ کے باب الحج عن الغیر میں لکھتے ہیں ان المسلمین یجتمعون فی کل عصر و زمان ویقرؤن القرآن ویھدون ثوابھم لموتاھم وعلی ھذا اھل الصلاح والدیانۃ من کل مذھب من المالکیۃ والشافعیۃ وغیرھم ولا ینکر ذلک منکر فکان اجماعاً اس سے واضح ہے کہ ہر زمانہ میں مسلمان جمع ہو کر قرآن شریف پڑھ کر اس کا ثواب اپنے موتی کو

بخشتے ہیں اسپر کل مذاہب کا اتفاق ہے اس کا کوئی انکار نہیں کرتا اور اس قسم کی ثواب رسانی پر سب کا اجماع ہے
اور فتاوی عالمگیری میں ہے قرأۃ القرآن عند القبور عند محمد رحمہ اللہ لا تکرہ ومشائخنا
رحمہم اللہ اخذ والقولہ وھل ینتفع والمختار انہ ینتفع کذا فی المضمرات یعنی قرآن پڑھنا
قبروں پر امام محمد کے نزدیک مکروہ نہیں ہے اور ہمارے مشائخ نے اسی کے قول کو لیا ہے اور مردہ نفع پاتا ہے
قرآن خوانی سے یا نہیں مختار یہ ہے کہ نفع پہنچتا ہے اور فتح القدیر میں ہے واختلف فی اجلاس القارئین لیقرؤا
عند القبر والمختار عدم الکراھۃ اور فتح القدیر میں ہے کہ علماء کا اختلاف ہے قاریوں کے بٹھلانے میں
تاکہ قرآن پڑھیں قبر پر مختار یہ ہے کہ مکروہ نہیں تمام ہوا کلام فتح القدیر فتاوی عالمگیریہ میں جوہرہ نیرہ سے نقل کیا ہے
ویستحب اذا دفن المیت ان یجلسوا ساعۃ عند القبر بعد الانفراغ بقدر ما ینحر جزور ویقسم لحمھا
یتلون القرآن ویدعون للمیت اور درمختار میں ہے ویستحب جلوس ساعۃ بعد دفنہ لدعاء
وقرأۃ بقدر ما ینحر الجزور ویفرق لحمہ معنی دونوں عبارتوں کے یہ ہوئے کہ مستحب ہے بعد دفن میت اسقدر
بیٹھنا کہ اونٹ ذبح ہو کر اس کا گوشت تقسیم ہو جاوے پڑھتے رہیں قرآن اور دعا کریں میت کے لئے انتہی
اور مسلم رکھا اس حکم کو شامی نے ردالمحتار میں اور نقل کی اسپر دو حدیثیں ایک سنن ابی داؤد سے جس کا ترجمہ
یہ ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ جب فارغ ہوتے دفن میت سے ٹہرتے اسکی قبر پر اور فرماتے کہ مغفرت مانگو اپنے
بھائی کی اور دعا کرو کہ اللہ اس کو ثابت قدم رکھے جواب دہی میں کیونکہ اب اس سے منکر نکیر کا سوال ہوگا۔

دوسری حدیث فقیہ شامی نے نقل کی ہے جو فصل سوم باب دفن المیت مشکوٰۃ شریف میں بحوالہ مسلم موجود
ہے جسکا خلاصہ یہ ہے عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جانکنی کے وقت اپنے بیٹے کو وصیت کی تھی کہ جب
میں مرجاؤں میرے جنازے کے ساتھ نہ آگ لیجانا نہ کسی رونے والی کو لیجانا اور جب مجھ کو دفن کر چکو پھر مجھ پر مٹی
ڈالکر میری قبر کے گرد اتنی دیر ٹھیرے رہنا جتنی دیر میں اونٹ کو ذبح کر کے اس کا گوشت تقسیم کیا جاوے تاکہ
مجھ کو تمہاری وجہ سے تسلی رہے اور میں جان لوں کہ میرے خدا کے بھیجے ہوئے فرشتوں سے میں کس طرح
نبٹتا ہوں اسی بنا پر فقہا تحریر فرماتے ہیں کہ قبر کے اندر آگ کی پکی ہوئی چیز جیسے پختہ اینٹ یا پختہ برتن یا چونہ یا قلعی
استعمال میں نہ لایا جاوے نہ جنازہ کے ساتھ آگ یا حقہ لیجاویں جو لوگ قرآن خوانی کو منع کرتے ہیں دو ایک علماء
کی عبارتیں پیش کرتے ہیں اور اس کو نہایت مستحکم جانکر اپنی کتابوں میں درج کرتے ہیں پہلی سند مانعین کی یہ ہے
کہ شیخ شرح سفر السعادت میں کہتے ہیں کہ "عادت نبوی نبود کہ برائے میت جمع شوند و قرآن خوانند و ختمات
خوانند نہ بر سر گور و نہ غیر آں وایں مجموع بدعت است" یعنی عادت نبوی نہیں تھی کہ میت کے لئے غیر وقت
نماز میں جمع ہوں اور قرآن پڑھیں اور ختم کریں نہ قبر پر نہ کہیں اور یہ سب بدعت اور مکروہ ہے یہ مانعین کی خیانت
ہے آدھی عبارت نقل کر دی اور آدھی چھوڑ دی شیخ شرح سفر السعادت میں اس عبارت کے بعد فرماتے ہیں
شیخ ابن ہمام در شرح ہدایہ گفتہ کہ اختلاف کردہ اند در نشاندن قاریان تا بخوانند نزد قبر و مختار عدم کراہت ہست
(شرح سفر السعادت صفحہ ۳۵۲) یعنی قرآن خوانی کے لئے قاریوں کو قبر کے پاس بٹھانے میں اختلاف ہے اور مختار عدم
کراہت ہے اب کہاں گئی وہ کراہت آدھی عبارت نقل کی اور آدھی چھوڑ دینے میں یہ خیانت اور چھوڑی بھی وہ جسمیں

مذہب صحیح اور راجح کا بیان تھا ایسی قطع و برید کرو تو جو چاہو کتابوں کی طرف نسبت کر کے جاہلوں کو دہوکہ دیسکتے ہو نیز یہی شیخ اشعۃ اللمعات صفحہ ۰۰ امیں فرماتے ہیں "و مختار آنست کہ خواندن قرآن بر سر قبر مکروہ نیست خلافاً للبعض کذا قال الشیخ الابن الہمام یعنی مختار مذہب یہ ہے کہ قرآن کا پڑہنا قبر پر مکروہ نہیں ہے بخلاف بعض کے ایسا ہی ابن ہمام نے فرمایا اور مولوی اسحق صاحب نے مائۃ مسائل کے جواب سوال ہفتاد و سوم میں لکھا ہے "حافظاں را برائے قرأۃ قرآن نشاندن نزد قبر درایں مسئلہ علمار را اختلاف است مختار ہمین است کہ جائز است بشرطیکہ باواز بلند جمع شدہ قرأت نہ کنند" یعنی حافظوں کو قرآن خوانی کے لئے قبور کے پاس بٹھانا مختلف فیہ ہو لیکن مختار یہی ہے کہ جائز ہے بشرطیکہ باواز بلند جمع ہوکر نہ پڑہیں پس اگرچہ صاحب سفر السعادت نے مستدل کے نزدیک قرآن خوانی کو مکروہ و بدعت لکھا ہے لیکن کلام امام محمد و احمد بن حنبل اور کتب فتاوی اور مولوی اسحق صاحب سے بخوبی ثابت ہوگیا کہ قبر پر قرآن پڑہنا مکروہ نہیں نہ جمع ہوکر نہ علیحدہ علیحدہ اور میت کو اس سے نفع ہوتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ختم نہ کرنے سے منع اور کراہت لازم نہیں آتی اسلئے کہ آپ بہت افکار جہاد وغیرہ اور اصلاح امت اور تعلیم نو آموز مسلمانوں میں مصروف رہتے تھے اسقدر فرصت کہاں پاتے اور یہ بھی ہے کہ آپ کی ایک دعا اور صرف نماز جنازہ پڑھ دینا ہمارے ختمات قرآن اور اجتماع اذکار سے نہایت افضل اور اکمل ہوتا تہا اور بعد آپکے انصار نے اموات پر قرآن پڑہنا شروع کر دیا اور انکے بعد تمام اُمت میں رائج ہوگیا۔ دوسری سند مانعین کی یہ ہے کہ وہ اپنے رسائل میں نصاب الاحتساب کی عبارت نقل کرتے ہیں "آن ختم القرآن جہراً وہی فی الفارسیۃ سیپارہ خواندن مکروہ انتہی" جواب اس کا یہ ہے کہ نماز کے اندر قرأت امام کی سُننا اور اسوقت چپ ہو جانا تو بالاتفاق فرض ہے لیکن اگر خارج نماز کے کسی مقام پر قرآن پڑھا جاتا ہو اسکی استماع میں اور سامعین کے خاموش ہو جانے میں اختلاف ہے بعضے اسمیں بھی فرض کہتے ہیں اور بعضے مستحب جو علمار مستحب کہتے ہیں ان کے نزدیک کچھ مضائقہ نہیں کہ لوگ جمع ہوکر قرآن پڑہیں بلند آواز سے اور جو فرض کہتے ہیں ان کے نزدیک جائز نہیں فتاوی قنیہ میں ہے یکرہ للقوم ان یقرؤا القران جملۃ لتضمنہا ترک الاستماع والانصات المامور بہما کذا فی فتاوی ابی الفضل الکرمانی وقیل لا باس بہ کذا روی عن عین الائمۃ الکرباسی وعن نجم الائمۃ الحکیمی یہ دونوں روایتیں جواز و عدم جواز کی حلبی نے شرح منیہ میں اور دوسرے فقہا نے بھی روایت کی ہیں ان روایتوں سے دو فائدے پیدا ہوئے ایک تو یہ کہ جو لوگ علمار سلف میں منع کرتے ہیں انہوں نے یہ دلیل قائم نہیں فرمائی جو اس زمانہ کے مانعین قائم کرتے ہیں کہ حضرت کے وقت میں جمع ہوکر قرآن نہیں پڑہا گیا ہو اسطے منع ہے بلکہ یہ دلیل بیان کی ہے کہ جب سب پکار کر پڑہیں گے تو قرآن شریف کا سننا جو فرض ہے وہ ترک ہوگا دوسرا فائدہ یہ ہے کہ جن عالموں نے منع کیا انہوں نے جہر سے پڑہنے کو منع کیا ہے چنانچہ صاحب نصاب الاحتساب کی عبارت میں جس کو مانعین سند لاتے ہیں لفظ جہر صریح موجود ہے پھر یہ صاحب علی العموم ختم قرآن کو کیوں منع کرتے ہیں صاحب خزانۃ الروایات نے کتاب مفید المستفید سے یہ فیصلہ نقل کیا ہے بدیں عبارت "در سیپارہ خواندن اختلاف است اگر خوانند چناں خوانند کہ یکدیگر نشنوانند اور مولوی اسحق صاحب کی عبارت گذر چکی ہے خلاصہ یہ ہے کہ جمع ہوکر آہستہ اگر قرآن پڑہیں خواہ قبر پر خواہ غیر قبر پر یہ کسی کے نزدیک منع نہیں دیکھو جمع ہوکر

پڑہنا قرآن کا صحیح حدیث میں وارد ہے مسلم نے روایت کیا ہے کہ جس گھر میں لوگ اسلئے جمع ہوں کہ تلاوت کریں کلام اللہ کی اور پڑہیں آپس میں اُترتا ہے ان کے دلوں میں آرام و قرار و طمانیت اور سب طرف سے لے لیتی ہے ان کو رحمت اور گرداگرد ان کے پہرتے ہیں فرشتے دیکھو یہ کسقدر فضیلت عظمیٰ ہے علاوہ بریں قاضی ثناء اللہ رحمۃ اللہ علیہ تذکرۃ الموتیٰ صفحہ ۳۶ میں فرماتے ہیں حافظ شمس الدین ابن عبدالواحد گفتہ از قدیم در ہر شہر مسلمانان جمع می شوند و برائے اموات قرآن میخوانند پس اجماع شدہ و خلال از شعبی روایت کردہ بودند کہ انصار وقتیکہ کسے می مرد از نہا بسوئے قبر او می رفتند و برائے او قرآن می خوانند ترجمہ۔ حافظ شمس الدین ابن عبدالواحد نے کہا کہ قدیم سے ہر شہر میں مسلمان جمع ہوتے ہیں اور اموات کے لئے قرآن شریف پڑہتے ہیں پس اسپر اجماع ہوگیا اور خلال نے شعبی سے روایت کی کہ انصار میں سے جب کوئی آدمی مرجاتا تہا تو وہ اسکی قبر کی طرف جاتے تھے اور اس کے لئے قرآن شریف پڑہتے تھے یہ ہیں وہ قاضی صاحب جنہیں بعض نے منکرین میں سے بیہقی وقت کہا ہے ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ مزار پر جمع ہوکر قرآن پڑہنا جائز ہے اور مذہب مختار یہی ہے +

فاتحہ مرحبہ سوم چہلم برسی عرس وغیرہ کا بیان

شرح برزخ وغیرہ میں ہے اخرج انس بن مالک قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللیلۃ الاولی عسیرۃ علی المیت فتصدقوا عنہ و ینبغی ان یواظب علی الصدقۃ للمیت سبعۃ ایام وقیل اربعون روایت ہے انس بن مالک سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ پہلی رات سخت ہے میت پر پس خیرات کرو واسطے اسکے اور چاہیئے کہ سات دن تک ہمیشہ صدقہ دیا جاوے میت کی طرف سے اور بعضوں نے کہا کہ چالیس دن تک اس لئے کہ ان دنوں میں میت کا میلان اپنے گھر کی طرف ہوتا ہے فتاویٰ غرائب میں ہے ویستحب ان یتصدق عن المیت الیٰ ثلثۃ ایام وان زاد علیہ فہو افضل یعنی مستحب ہے کہ صدقہ دیا جاوے میت کی طرف سے تین دن اور بعضوں نے لکہا ہے سات دن تک اور بعضوں نے چالیس دن تک یہ روایتیں خزانۃ الروایات اور شرح برزخ وغیرہ میں ہیں اور شاہ عبدالعزیز صاحب نے بھی لکہا ہے تفسیر عزیزی میں کہ موت کے بعد اپنے ابنائے جنس کی طرف لگاؤ باقی رہتا ہے زندوں کی مدد مردوں کو خوب پہنچتی ہے اور وہ اُمیدوار رہتے ہیں صدقات اقربا وغیرہ کے۔ مدارج النبوۃ میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎ روز سوئم بخانہ اہل عزا رفتن و دعائے خیر کردن و طعام فرستادن سنت است ازانکہ حضرت رحمۃ عالم صلے اللہ علیہ وسلم روز سوئم بخانہ آل جعفر ابن ابی طالب تشریف بُرد و فرزندان جعفر را دلداری نمود و دعائے خیر کرد مرایشاں را و طعام فرستاد انتہی" ترجمہ۔ مدارج النبوۃ میں ہے کہ تیسرے دن ماتم والوں کے گھر میں جانا اور دعائے خیر کرنا اور کھانا بھیجنا سنت ہے اس سبب سے کہ حضرت رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم تیجہ کے

دن آل جعفر ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر تشریف لیگئے اور حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادونکی دلداری کی اور دعائے خیر خاص ان کے لئے فرمائی اور کھانا بھیجا آپس سے یہ ثابت ہوا کہ تیجہ کے روز اہل میت کے گھر کھانا بھیجنا اور دعائے خیر کرنا سنت ہو تفسیر عزیزی میں سورۂ اذا السماء انشقت کی تفسیر میں والقمر اذا اتسق کے نیچے مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس طرح تحریر فرماتے ہیں ؎ مدد زندگان بمردگان دریں حالت زود میرسد و مردگان منتظر لحوق مدد ازیں طرف میباشند و چناں گمان برند کہ ہنوز زندہ ایم ولہٰذا در حدیث شریف در احوال قبر وارد است کہ مردہ مسلمان در آنجامی گوید دعونی اُصلی یعنی بگذارید مرا تا نماز خوانیم و نیز وارد است کہ مردہ دراں حالت مانند غریق است کہ انتظار فریاد رسی می برد و صدقات وادعیہ و فاتحہ دریں وقت بسیار بکار می آید وازیں ست کہ طوائف بنی آدم تا یکسال وعلی الخصوص تا یک چلہ بعد موت دریں نوع امداد و کوشش تمام نمایند الی آخرہ (تفسیر فتح العزیز پارۂ عم سورۂ اذا السماء انشقت) ترجمہ۔ اس حالت میں مردوں کو زندونکی مدد بہت جلد پہنچتی ہے۔ اور مُردے اس طرف سے مدد پہنچنے کے منتظر رہتے ہیں۔ ان کو گمان ہوتا ہی کہ ہم زندہ ہیں۔ اسی لئے حدیث شریف میں احوال قبر میں وارد ہے کہ مسلمان آدمی وہاں نکیرین سے کہتا ہے۔ مجھ چھوڑو میں نماز پڑھونگا اور یہ بھی وارد ہے کہ مُردہ اس حالت میں ڈوبتے کی مثل فریاد رسی کا منتظر ہوتا ہے۔ اور صدقے دُعائیں فاتحہ اسوقت اس کے بہت کام آتی ہیں۔ یہی باعث ہے کہ بنی آدم کے گروہ ایک سال تک اور خاص کر چالیس روز تک موت کے بعد اس نوع کی اِمداد کے اندر پوری کوشش کرتے ہیں۔ اِس عبارت شاہ صاحب سے تیجہ اور دسویں اور بیسویں اور چالیسویں اور سہ ماہی اور ششماہی و برسی سب کا ثبوت کامل نکل آیا۔ جس کا دل چاہے تفسیر عزیزی فارسی نکالکر دیکھ لے۔ یہ مضمون مع بعض مضامین زائد ہمیں یاد ہوگا۔ ارباب انصاف خیال فرمادیں کہ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایام مروجہ کی امداد وغیرہ کے لئے کیا علت صحیح شرعی پیدا کی کہ مُردہ کا دل اُن ایام میں کچھ اِدھر ہوتا ہے کچھ اُدھر اور زندوں کی مدد اُن ایام میں جلدی پہنچتی ہے پھر اُس عِلت صحیحہ پر مُرتب کیا یہ حکم کہ اس سبب سے یہ بات ہو کہ آدمی اپنے اموات کو ایک برس تک اور خاص کر ایک چلہ تک مدد کرتے ہیں دیکھئے برس دن تک کی اِمداد میں یہ رسمیں سب مروجہ اہل اِسلام یعنی سوئم دہم چہلم بستم ششماہی سالینہ سب داخل ہیں پھر شاہ صاحب نے اِس رواج اِسلامی کو رد نہیں کیا بلکہ اسکی تصدیق فرمائی۔ یعنی اپنے مدعا پر اِس امر مروجہ کو دلیل لائے پس بطور دلیل لانا شاہ صاحب کا اِس امر معین مقرر رواجی کو اور نہ رد کرنا اُس کو کسی وجہ سے دلیل صریح اسپر ہے کہ یہ فعل جو عام طور پر طوائف بنی آدم میں رائج ہے حق اور صحیح ہو۔

وارثان میت کی تعزیت کے واسطے شرع شریف میں تین روز مقرر کئے گئے ہیں چنانچہ فتاوی عالمگیری میں ہے ولا باس لاھل المصیبۃ ان یجلسوا فی البیت او فی مسجد ثلثۃ ایام والناس یاتونھم ویعزونھم یعنی کچھ مضائقہ نہیں مصیبت زدوں کو بیٹھنا گھر میں یا مسجد میں تین روز تک اسمیں آدمی آویں گے ان کے پاس اور تسلی اور تشفی دینگے اہل ماتم کو انتہی۔ تیسرے دن کے معین کرنے میں یہ بھی مصلحت سمجھی گئی کہ ان ایام میں آمدرفت اہل تعزیت کی رہتی ہے لوگوں کے بلانے اور جمع کرنے میں چنداں مشقت نہوگی اجتماع مؤمنین سہولیت سے ممکن ہوگا اور یہ بھی ہے کہ جو قرب جوار کے مواضع وقصبات میں ان کے اقربا و دوست آشنا رہنے والے ہیں

بعد وصول خبر وہ بھی اکثر شریک امداد فاتحہ وختم قرآن وکلمہ طیبہ کے ہوجاویں گے پس تعیین تیسرے دن کی مبنی اس مصلحت پر ہے اور یہ تعیین کچھ ہماری مقرر کی ہوئی نہیں بلکہ قدیم الایام سے علماء دین اور مفتیان شرع متین کی قراردی ہوئی ہے جیسا کہ ملا علی قاری اور سیوطی اور علامہ عینی وغیرہم کے کلام سے ہم ثابت کرچکے ہیں کہ جمیع مذاہب کے علماء وصلحاء کل شہروں میں کل زمانوں میں جمع ہوکر ختم قرآن کرتے رہے ہیں اس پر اجماع امت ہے باقی جو بیہودہ باتیں لوگوں نے نکالی ہیں مثلاً اس میں شادی کے سے تکلف کرنا عمدہ عمدہ فرش بچھانا یہ باتیں بیجا ہیں چنانچہ شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ کا کلام شرح سفر السعادت میں صاف اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے " اما ایں اجتماع مخصوص روز سیوم وارتکاب تکلفات دیگر وصرف اموال بے وصیت از حق یتامیٰ بدعت است وحرام انتہیٰ نیز اپنے ترجمہ فارسی مشکوٰۃ باب البکاء عن المیت میں لکھتے ہیں " باک نیست بہ نشستن تا سہ روز در خانہ یا در مسجد وآنچہ مردم درایں زماں از تکلفات کنند ہمہ بدعت وشنیع ونامشروع است " کلام شیخ سے ثابت ہوا کہ مصیبت زدہ کو بیٹھنا گھر میں یا مسجد میں تین روز تک جائز ہے لیکن تیجہ کے دن اس مخصوص صورت سے فقط جمع ہونا اور تکلفات بیجا کرنا اور یتامیٰ کا مال بے وصیت صرف کرنا بدعت اور حرام ہے کیونکہ فتاویٰ عزیزی کے صفحہ ۴۰ میں شاہ صاحب فرماتے ہیں " دوم آنکہ بہیئت اجتماعیہ مردمان کثیر مجتمع شوند وختم کلام اللہ کنند وفاتحہ بر شیرینی وطعام نمودہ تقسیم درمیان حاضران نمایند " ایں معمول در زمانہ پیغمبر خدا وخلفائے راشدین نہ بود اگر کسی این طور بکند باک نیست زیرا کہ دریں قسم قبیح نیست بلکہ فائدہ احیاء واموات را حاصل میشود " + (ترجمہ) (قبروں پر سال میں ایک دن معین کرکے جانے کی) دوسری صورت یہ ہے کہ بہیئت اجتماعیہ کثیر آدمی جمع ہوں اور ختم کلام اللہ کریں اور شیرینی یا کھانے پر فاتحہ دیکر حاضرین میں تقسیم کردیں یہ طریقہ زمانہ پیغمبر خدا اور زمانہ خلفائے راشدین میں معمول نہیں تھا اگر کوئی اس طرح کرے کوئی حرج نہیں اسلئے کہ اس طریقہ میں کوئی برائی نہیں بلکہ زندوں اور مردوں کو فائدہ حاصل ہوتا ہے شاہ صاحب کے اس جواب سے چند باتیں معلوم ہوئیں (۱) عرس کے لئے دن معین کرنا جائز ہے (۲) قبروں پر بہیئت اجتماعیہ آدمیوں کا جمع ہونا جائز ہے (۳) شیرینی یا کھانے پر فاتحہ دینا اور حاضرین میں تقسیم کرنا جائز ہے خواہ ان حاضرین میں مالدار بھی ہوں (۴) جو امر زمانہ رسالت وزمانہ خلفائے راشدین میں معمول نہو اگر اس میں کچھ برائی نہو تو جائز ہے شاہ صاحب موصوف ہمیشہ ہر سال اپنے والد کا عرس کیا کرتے تھے ان پر مولوی عبدالحکیم صاحب ملتانی نے یہ اعتراض کیا کہ تم نے عرس کو فرض سمجھ لیا ہے سال بسال کرتے ہو؟ اس کا جواب شاہ صاحب مرحوم نے تحریر فرمایا جیسا کہ زبدۃ النصائح کے صفحہ ۲۴ میں مرقوم ہے " کہ ایں طعن مبنی است بر جہل احوال مطعون علیہ زیرا کہ غیر از فرائض شرعیہ مقررہ را ہیچکس فرض نمیداند آرے زیارت قبور ومتبرک بقبور صالحین وتلاوت قرآن ودعائے خیر وتقسیم طعام وشیرینی امر مستحسن وخوب است بہ اجماع علماء وتعین روز عرس آنست کہ آں روز مذکر انتقال ایشاں باشد از دار العمل بدار الثواب " شاہ صاحب کے کلام سے معلوم ہوگیا کہ فاتحہ بحضور طعام وشیرینی رسوم صالحہ مقررہ صلحاء ومعمول بہ علماء سے ہے حضرت قطب عالم شیخ عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مکتوب صد وہشتاد ودوم مکتوبات قدوسی میں جناب مولانا جلال الدین قدس سرہ کو لکھتے ہیں " اعراس پیران برسنت پیران بہ سماع وصفائی جاری دارند " یعنی پیران طریقت کا عرس ان بزرگوں کی روش پر سماع اور صفائی کیساتھ جاری

رکھیں صفائی کے لفظ سے خالی ہونا منکرات سے ظاہر ہی اور خاندان عزیزیہ میں بھی عرس خالی منکرات سے جاری رہا ہی اب جو کوئی خاندان
شاہ صاحب میں ہونیکے باوجود اپنے بزرگوں کا کلام رد کرے اسکو اختیار ہی حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب کا حال سنئے حضرت
شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے جو چالیس حدیثیں عالم رویا کی نقل فرماکر اس کا نام الدر الثمین فی مبشرات النبی الامین رکھا ہی
اسکی بائیسویں حدیث میں نقل کیا ہی کہ مجھ کو میرے والد ماجد نے خبر دی کہ میں ایام وفات رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم پر
کھانا کیا کرتا تھا تاکہ اسکے ذریعے سے اتصال حاصل ہو ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے۔ ایک سال مجھ کو کچھ ہاتھ نہ آیا جس سے کھانا پکواتا
صرف چنے بھنے ہوئے موجود تھے وہی لوگوں میں بانٹ دیئے۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپکے آگے
وہ چنے رکھے ہوئے ہیں اور آپ ایسے خوش ہیں کہ بشاشت چہرے پر ظاہر ہی ایک عبارت فقہ کی ملاحظہ فرمایئے ردالمحتار میں ہے روی
ابن شیبۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یاتی قبور الشہداء باحد علی راس کل حول الحدیث (ترجمہ ابن شیبہ نے
روایت کی کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شہدائے احد کی قبروں پر ہر سال کے اوّل تشریف لیجایا کرتے تھے۔ یہی عرس کی اصل ہے
جب حضور سے شہدائے احد کے مزار پر سالانہ تشریف لیجانا ثابت ہی تو کون امتی ہی جو حضور کی سنت کے اتباع کو موجب برکت نہ سمجھے گا
اور جب اس سنت کی اتباع کیلئے بکثرت لوگ پہنچینگے تو آپ ہی اجتماع ہوجائیگا پھر وہاں پہنچکر تلاوت قرآن و ذکر و ایصال ثواب بہترین
مشاغل ہیں اور یہ زیارت کی سنتیں بھی ہیں بعض نے فتاوی بزازیہ کی عبارت اہل میت کے روز سوم کھانا تیار کرنیکے متعلق نقل کی ہی کہ
مکروہ ہی تیار کرنا کھانے کا پہلے دن اور تیسرے دن اور بعد ہفتہ کے اور یہ نہیں ظاہر کیا کہ اسمیں برادری کی دعوت کو مکروہ کہا گیا ہی اور
نہ بزازیہ کی یہ عبارت نقل کی ہی وان اتخذ واطعاماً للفقراء کان حسناً یعنی اگر اہل میت فقرا کیلئے کھانا تیار کریں تو اچھی بات ہی اگر
صاحب بزازیہ کے نزدیک کراہت طعام مذکور بباعث تعین ایام ہوتی تو یوں لکھتا وان اتخذوا الطعام فی غیر الایام المخصوصۃ
کان حسناً یعنی ان دنوں مخصوصہ کے سوا کسی اور دنوں میں کھانا تیار کریں اچھی بات ہی پس صاف معلوم ہوا کہ صاحب بزازیہ کے نزدیک کراہت
بباعث تخصیص ایام نہیں بلکہ اسلئے ہی کہ وہ لوگ غریبوں کو نہیں کہلاتے تھے محض رسماً فخریہ طور پر اپنے دوست آشنا اغنیا کنبہ والوں کو
کھلاتے تھے۔ اسواسطے کہا صاحب بزازیہ نے کہ اگر کھانا تیار کریں واسطے غریبوں کے تو اچھی بات ہی۔ فتاوی قاضی خاں کی کتاب الحظر والاباحۃ
میں ہی فرماتے ہیں کہ ایام مصیبت میں ضیافت براہ تکلف مثل شادی کے مکروہ ہے کیونکہ وہ سرور میں ہوتی ہی پس مصیبت میں نہ چاہیئے اگر فقرار
کیلئے کھانا پکا دیگا تو اچھا ہی۔ نیز جاننا چاہیئے کہ شارح منیۃ المصلی نے عبارت بزازیہ نقل کرکے ہکو رد کیا ہی اور اس کھانیکا مکروہ ہونا مسلم
ہی نہیں رکھا اور اس کراہت کو خلاف حدیث بتایا ہی اور حدیث جریر ابن عبداللہ جو بزازیہ کے حکم کراہت کا مدار ہی اسکو طعام وقت موت پر
حمل کیا ہی۔ اسکے علاوہ طعام بعد دفن کے جواز پر حضرت عاصم ابن کلیب کی حدیث سے استناد کیا ہی حلبی میں ہی ولا یخلو عن نظر لانہ
لادلیل علی الکراھۃ الاحدیث جریر ابن عبداللہ وانما یدل علی کراھۃ ذلک عند الموت فقط علی انہ قد عارضہ
ما رواہ الامام احمد بسند صحیح وابوداؤد عن عاصم بن کلیب عن ابیہ عن رجل من الانصار قال خرجنا مع رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم فی جنازۃ فرایت رسول اللہ صلعم وھو علی القبر یوصی الحافر الحدیث (ترجمہ) بزازیہ کا کلام نظر و اعتراض
سے خالی نہیں کیونکہ اسمیں حدیث جریر ابن عبداللہ کے سوا کراہیت کی کوئی دلیل نہیں اور حدیث جریر فقط موت کے وقت اہل میت
کے کھانا تیار کرنیکی کراہت پر دلالت کرتی ہی علاوہ بریں یہ بات ہی کہ اسکے معارض وہ حدیث ہی جسکو امام احمد نے بسند صحیح وابوداؤد نے عاصم
ابن کلیب سے انہوں نے اپنے والد سے انہوں نے ایک انصاری سے روایت کیا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک جنازہ میں
گئے میں نے حضور کو دیکھا قبر پر گورکن کو فرماتے تھے کہ قبر کو پائنتی سے کشادہ کر اور سرہانے سے کشادہ کر پھر جب بعد دفن آپ واپس ہوئے تو حضور کو

میت کی بی بی کیطرف سے ایک دعوت کرنیوالا۔ آپنے قبول فرمایا اور تشریف لائے اور کھانا حاضر کیا گیا حضور نے اپنا دست مبارک رکھا
اور قوم نے ہاتھ ڈالے اور کھانا شروع کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دہن اقدس میں لقمہ پھراتے تھے اور نگلتے نہیں پھر آپنے ارشاد
فرمایا کہ میں جانتا ہوں یہ گوشت ایسی بکری کا ہے جو اپنے مالک کی بغیر اجازت لیگئی ہے عورت سے دریافت کیا گیا اس نے عرض کیا کہ یارسول اللہ
میں نے نقیع کیطرف بکری خرید کرنے بھیجا نہ ملی تو میں نے اپنے پڑوسی کے پاس جس نے بکری خریدی تھی پیام بھیجا کہ جس قیمت پر بکری خریدی ہے
میرے پاس بھیجدو وہ نہ ملا تو میں نے اسکی عورت کے پاس آدمی بھیجا اسنے مجھے بکری بھیجی تب حضور نے فرمایا کہ کھلادے یہ کھانا قیدیونکو
یہ حدیث اہل میت کے کھانا تیار کرنیکی اباحت اور اسکی دعوت دینے کے جواز پر دلالت کرتی ہے پس جبکہ خود شارح منیۃ المصلی نے
کراہت کو مسلم نہ رکھا ہم بھی مسلم نہیں رکھتے جن حضرات نے یہ عبارت بزازیہ کی شرح منیہ سے نقل فرمائی تو ایک سطر کے بعد شرح
منیہ میں اسپر اعتراض لکھا تھا کیوں نہ نقل فرمایا الحاصل حدیث عاصم بن کلیب سے ثابت ہوا کہ اہل میت کی دعوت قبول
کرنی جائز ہے اور چونکہ نبی کریم بھی سب جماعت کیساتھ کھانا کھانیکے لئے بیٹھے تو یہ ثابت ہوا کہ اگر کوئی غنی بھی جو مصرف صدقہ نہیں ایسی
دعوت میں شریک ہوجائے درست ہے پس مبنی جواز کا اس بات پر رہا جب اہل میت کھانا تیار کریں نہ واسطے ریاو سمعہ کے بلکہ بنظر ثواب و
قربت وہ جائز ہے مولانا شاہ عبدالغنی محدث رحمۃ اللہ علیہ جن سے مولوی رشید احمد گنگوہی نے حدیث پڑھی تھی کتاب انجاح الحاجہ
شرح ابن ماجہ میں لکھتے ہیں واما صنعۃ الطعام من اہل المیت اذا کان للفقراء فلا باس بہ لان النبیؐ قبل دعوۃ المرأۃ التی مات
زوجہا کما فی سنن ابی داؤد یعنی کھانا تیار کرنا اہل میت کا جب بنظر ثواب فقراء کیلئے ہووے کچھ مضائقہ نہیں اسلئے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم
نے قبول کی دعوت اس عورت کی جسکا خاوند مرگیا تھا جیسا کہ سنن ابی داؤد میں ہے یعنی وہ حدیث عاصم بن کلیب کی جس کا حال اوپر
لکھا گیا اور لکھا ملا علی قاری نے مرقات شرح مشکوٰۃ میں "ہذا الحدیث بظاہرہ یرد علی ما قررہ اصحاب مذہبنا من انہ یکرہ اتخاذ الطعام فی الیوم
الاول والثالث وبعد الاسبوع" یعنی یہ حدیث عاصم بن کلیب کی ظاہر کھلے طور پر رد کرتی ہے اس مسئلہ کو جو ہمارے مذہب والوں نے قرار دیا ہے
کہ کھانا تیار کرنا پہلے روز اور تیسرے دن اور ہفتہ بعد مکروہ ہے اسکے بعد ملا علی قاری نے اپنے مذہب والونکی وجہ بیان کی کہ وہ خلاف حدیث
کیوں حکم دیتے ہیں ان کا حکم محمول ہے ایسے مقامات پر کہ جسکے وارثوں میں کوئی چھوٹا لڑکا نابالغ ہو یا یہ کہ بالغ ہو لیکن غائب ہو وہاں
موجود نہ ہو یا موجود ہو لیکن اسکی رضامندی نہیں معلوم ہوتی اور کیا جائے یہ کھانا خاص مال ترکہ سے اور نہ کیا ہووے کسی ایک
وارث نے اپنے مال سے اور آخر عبارت میں لکھا و نحو ذلک یعنی جیسے عذر ہم نے بیان کئے ہیں ایسے ہی اور عذر مثل ریاو سمعہ وغیرہ کے
جب پیش آئینگے انکے سبب سے کھانا میت کا منع کیا جاویگا ہمارے اصحاب مذہب کی غرض یہ ہے نہ یہ کہ اہل میت کا دعوت کرنا اگر محض
ثواب کیلئے ہو اور موانع مذکورہ سے خالی ہو تب بھی مکروہ ہے حاشا وکلا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین جس
فعل کے فاعل ہوئے ہوں وہ ہرگز مکروہ نہیں الحاصل باقرار محدثین یہ حدیث مرفوع عاصم بن کلیب درباب جواز طعام اموات ایک
اصل عظیم ہے اسکے مقابلہ میں کسیکا قول حجت نہیں ہوسکتا بعض نے امام نووی کا قول نقل کیا ہے اور شرح منہاج کا حوالہ دیا ہے۔
عبارت شرح منہاج کی یہ ہے "الاجتماع علی المقبرۃ فی الیوم الثالث وتقسیم الورد والعود واطعام الطعام فی الایام المخصوصۃ کالثالث
والخامس وغیرہ بدعۃ ممنوعۃ" جواب اس کا یہ ہے کہ بعضے آدمیونے بعض شہروں میں کھانا قبر پر لیجانا اور اسی جگہ جاکر کھلانا رسم کرلیا تھا
اس کو اہل فتویٰ نے منع کیا کہ مکروہ ہے کھانا لیجانا قبر مردہ پر ایام مخصوصہ میں فتاویٰ بزازیہ میں تصریح ہے قبر پر کھانا لیجانیکی۔ ویکرہ نقل
الطعام الی القبر فی المواسم یعنی مکروہ ہے کھانا لیجانا قبر مردہ پر ایام مقررہ میں اور نصاب الاحتساب سے بھی اسکی تصدیق پہنچتی ہے کہ لکھا ہے ویشربون
الشربۃ عند القبور وفی الحدیث الاکل فی المقابر یقسی القلب یعنی پیتے ہیں شربت قبروں کے پاس حالانکہ حدیث میں آیا ہے کہ کھانا

قبرستان میں سخت کر دیتا ہے دل کو بس علمائے دین نے وجہ ممنوع اور مکروہ ہونیکی مخالفت حدیث شریف کے بیان کی ہے کہ احادیث سے
قبروں پر کھانا پینا منع ہے یہ نہیں لکھا کہ یہ کھانا اور وہاں جاکر تکلفات بیہودہ کرنا بباعث خاص کر لینے دن کے مکروہ ہے اور ظاہر ہے کہ ان
ملکوں میں جو فاتحہ دسویں بیسویں چالیسویں وغیرہ کی کرتے ہیں مقابر پر نہیں کرتے تو وہ جائز ہوئی۔ بعض مانعین نے بحوالہ ملا علی قاری
ایک عبارت علامہ طیبی کی نقل کی ہے۔ اُس عبارت میں ہے "من اصر علی امر مندوب وجعل عزماً ولم یعمل بالرخصۃ فقد اصاب منہ الشیطان
من الاضلال فکیف من اصر علی بدعۃ" ترجمہ یہ ہے۔ کہ جس شخص نے کسی امر مستحب پر اصرار کیا اور اس کو واجب سمجھا اور رخصت پر عمل نہ کیا
اُس پر شیطان کا فریب کچھ نہ کچھ چل گیا۔ سُنئے اس عبارت میں غیر واجب کو واجب جاننا مذموم بتایا گیا ہے تو فاتحہ تیجہ وغیرہ کو کوئی بھی
واجب نہیں جانتا۔ لہذا یہ عبارت اس سے متعلق ہی نہیں ہوئی اگر کسی زمانہ کے لوگ ایسا سمجھنے لگے ہوں تو اُن کا حکم آجکل کے مسلمانوں
پر کیسے جاری ہو سکتا ہے لاتزر وازرۃ وزر اخری۔ بعض نے شاہ ولی اللہ صاحب کے وصیت نامہ کی یہ عبارت نقل کی ہے دیگر از عادت شنیعہ ما
مردم اسراف ہست در ماتم و چہلم و ششماہی و سالیانہ الخ اور یہ بالکل فضول نقل کی ہے اسمیں کہیں نہیں ہے کہ تیجہ ناجائز ہے بلکہ چہلم و فاتحہ و برسی میں
اسراف کرنیکو بُرا بتایا ہے اس سے تیجہ عرس کی ممانعت کہاں نکلی بلکہ اجازت نکلی کہ اسراف بُرا ہے یعنی بے اسراف درست ہے اور ظاہر ہے کہ صدقہ
ایصال ثواب کو تو کوئی اسراف کہہ نہیں سکتا اسکے علاوہ اگر کوئی اور اسراف ہو تو وہ تیجہ اور چالیسویں میں داخل نہیں اسکے مذموم ہونیسے
اسراف کا ترک لازم آئیگا نہ کہ فاتحہ تیجہ چالیسویں وغیرہ کا الحاصل شاہ صاحب نے چہلم وغیرہ کے کھانے کھلانیکو نہیں منع کیا بلکہ اسراف
کرنیکو عادت شنیعہ لکھا ہے۔ شاہ صاحب کا منشا اسکے بند کرنے میں بند کرنا اسراف کا ہے چنانچہ اسکی بُرائی انہوں نے بیان کی ہے اور ہم بھی
اسکو برا کہتے ہیں علامہ شامی نے ضیافت اموات کی شناعت میں لکھا ہے جسکا خلاصہ یہ ہے کہ موتیٰ کے کھانوں میں قندیل اور شمعیں
روشن کیجاتی ہیں اس طرح کہ محافل شادی میں بھی نہوں اور طبلہ بجتے ہیں اور گانا خوش آوازی سے ہوتا ہے عورتیں اور بے ریش لڑکے
آتے ہیں جو کچھ قرآن پڑھتے ہیں اسکی مزدوری لیتے ہیں یہ ہے خلاصہ عبارت شامی کا جو باب الجنائز میں ہے معلوم ہوا کہ بعض جگہ ایسے
اسرافات جاری ہو گئے تھے اور اسیطرح جو خاص اپنے احباب اور برادران اغنیا میں حصص بطور توڑ بندی تقسیم کرتے ہیں غریبوں کو نہیں کھلاتے
وہ بھی فی الجملہ اسراف اور خودنمائی میں داخل ہے واضح ہو کہ شرح منہاج میں جو گزرا کہ ششماہی و سالیانہ وغیرہ کا کھانا مکروہ ہے اسمیں ایک یہ بھی
سبب ہے کہ جو مستحق ہیں کھانے کے ہیں انکو نہیں کھلاتے اور کھانا اس طرح کا تکلفی پکاتے اور اسمیں طرح طرح کی زینتیں کرتے ہیں جس طرح
شادی عروسی کے کھانے میں دستور ہے ایسے کھانیکو فقہا منع کرتے ہیں فتح القدیر وغیرہ میں ہے کہ احباب کی ضیافت تکلف اور زینت
کے ساتھ اہل میت سے لینا اور کھانا مکروہ ہے کیونکہ یہ بات سرور میں جائز ہے موت میں سرور کہاں الحاصل جب فقیہ کے کلام میں ممانعت
ہے وہ ایسے قسم کے کھانیکی ممانعت ہے دلیل اسکی یہ ہے کہ صریح بزازیہ وغیرہ میں موجود ہے "وان اتخذوا طعاماً للفقراء کان حسناً" جو لوگ تعینات
کے ساتھ ان فاتحات کو جائز کہتے ہیں وہ سب شرط کرتے ہیں کہ محض اغنیا کو کھلا دینا ثواب صدقات میں معتبر نہیں چنانچہ تحفۃ النصائح میں ہے
"سازی طعام مردہ چوں روز سیوم ہفتم چہل۔ باید دہی درویش را ورنہ نباشد معتبر" مولوی رشید احمد اور ان کے متبعین کہتے ہیں کہ سیوم
میں مشابہت ہے کفار ہنود کی اور حدیث میں ہے من تشبہ بقوم فہو منہم۔ سو جواب اس کا یہ ہے کہ تشبہ مصدر ہے مشتق ہے لفظ شبہ بالکسر سے شبہ
کے معنی مانند پس تشبہ کے معنی مانند کسی کے ہوجانا جب معنی تشبہ کے معلوم ہوئے اب ہم منکرین سے دریافت کرتے ہیں کہ سیوم کرنیوالے
کس بات میں مانند ہنود کے ہو جاتے ہیں ہم قرآن پڑھتے ہیں وہ قرآن نہیں پڑھتے اور ہم کلمہ طیبہ پڑھتے ہیں جو کفر شکن ہے وہ کلمہ
نہیں پڑھتے ہمارے دوست احباب۔ اور برادری جمع ہو کر کلمہ کلام پڑھتے ہیں ان کی برادری جمع ہو کر کچھ نہیں پڑھتی فقط وارث میت سے
دکان اسکی کھلوا دیتے ہیں اور قلم سیاہی کتاب وغیرہ کو ہاتھ لگوا کر سوگ دفع کرتے ہیں اور کچھ اُن کے یہاں اگر پڑھتا ہے تو فقط ایک خراف

برہمن پنڈت پڑہتا ہو وارثانِ میت اور بھائی برادری اور دوست آشنا کچھ نہیں پڑہتے وہ اجماع اور قسم کا ہو اور ہمارا اجماع وہ ہے جو باجماعِ اہل صلاح و دیانت جائز ہو جیسا کہ علامہ عینی شارح ہدایہ کی عبارت گزر چکی اور اگر کوئی مشابہت اسکا نام رکھے کہ انکے یہاں رسوم کفر ہوتے ہیں تمہارے یہاں رسم اسلام یعنی کلمہ و قرآن ہوتا ہو تو انصاف کرنا چاہیئے کہ یہ مشابہت کیا ہوئی یہ تو مخالفت ہوئی یعنی ہم وہ کام کرتے ہیں جو مخالف کفار ہیں کافر وہ کام کرتے ہیں جو مخالفِ اسلام ہیں وہ اپنے کام کرتے ہیں ہم اپنے مثلاً مغرب کے وقت اور عشا اور صبح صادق کے وقت ہم لوگوں نے اذان کہی اور نماز پڑہی اُنہوں نے اِن تینوں وقتوں میں ناقوس بجایا پوجا کیا اب کوئی بیہودہ اس کو مشابہت قرار دینے لگے کہ ان وقتوں میں تمنے اپنے طور کی عبادت کی انہوں نے اپنے طور کی بس اتحاد اوقات سے تشبہ پیدا ہوگیا تو سب عقلا اسکی ہرزہ درائی اور کم عقلی پر قہقہہ مارینگے۔ اور اسیطرح جب حاجی لوگ بیت اللہ شریف سے واپس ہوئے وقت آب زمزم لاویں تو کوئی یاوہ گو کہنے لگے کہ یہ تو تشبہ ہنود ہوگیا وہ بھی اپنی عبادت گاہ سے واپس ہوتے ہوئے گنگا کا پانی لاتے ہیں تم پانی زمزم شریف کا لائے تو سمجھنا چاہیے کہ یہ خرافات بیہودہ تشبیہیں کمال بے عقلی کی دلیل ہی پس واضح ہوا کہ اگر من وجہ تشبہ بنظر ظاہر کسی امر میں پیدا ہو جائے تو وہ ہرگز شرعاً ممنوع نہیں اور تماشہ یہ ہی کہ فقط تیسرے دن کی مشارکت میں بھی مشابہت قوم ہنود کی نہیں پائی جاتی اسلئے کہ ہندوؤں میں بعض قومیں تیجہ کی قائل نہیں ہیں سو انکے ساتھ تو کچھ بھی مشابہت نہوئی اور جو قائل ہیں انکے ساتھ بھی مشابہت نہیں کیونکہ ان لوگوں کے قوانین متعلق گردش کواکب سے ہیں تیسرے دن تیجہ وہ لوگ جب کرتے ہیں کہ گرہ سامنے نہو اور اگر ہچک کی گرہ جو پانچ نچھتر ہیں سامنے آجاتے ہیں تو جسوقت تک وہ گرہ ٹل نہیں جاتی تیجہ نہیں ہوتا پھر کبھی چار دن کبھی پانچ دن میں کیا جاتا ہی اور مسلمان تیسرے دن سے آگے نہیں ٹلاتے ان کو کواکب سے کچھ بحث نہیں انہوں نے شرع سے یہ اصل پیدا کر کے کہ کسی امر خیر کیلئے بنا بر مصلحت دن معین کرلینا جائز ہے دن معین کیا تعین اہل اسلام شئ دیگر ہو اور تعین ہنود شئ دیگر پس حکم تشبہ بباعث مشارکت یومی بھی ٹوٹ گیا اور یہ مسئلہ شرعی ہو کہ جب ہمارے اور کفار کے درمیان کسی امر میں تفاوت اور امتیاز پیدا ہو جاتا ہی تو حکم تشبہ باطل ہو جاتا ہی جب معنے لغوی سُن چکے اب معنی شرعی سنئے صاحب بحر الرائق قاضی خاں سے نقل کرتا ہو کہ کفار کیساتھ تشبہ ہر بات میں مکروہ نہیں فانا ناکل و نشرب کما یفعلون یعنے اسلئے کہ ہم بھی اسیطرح کھاتے پیتے ہیں جسطرح وہ کھاتے پیتے ہیں اور درمختار میں ہو کہ اگر آدمی ارادہ کرے انکے ساتھ مشابہت کا اور جس چیز میں مشابہت کرتا ہو وہ شرع میں مذموم بھی ہو تو اسوقت تشبہ مکروہ ہو اور مسلم رکھا اس حکم کو شامی نے اور مولوی اسمٰعیل صاحب کی تحریر سے بھی رسالہ رفع یدین میں معلوم ہوتا ہو کہ اُنہوں نے مشابہت کے مکروہ ہونے میں قصد کو معتبر رکھا ہی یعنے جب ان پر یہ اعتراض کیا گیا کہ ان طلوگوں میں رفع یدین کرنے میں تشبہ روافض کے ساتھ لازم آتا ہی اسکے جواب میں لکھتے ہیں کہ ہم رفع یدین میں ارادہ تشبہ فرقوں گمراہ کا نہیں کرتے بلکہ اتفاقاً موافقت لازم آجاتی ہو انتہیٰ ملا علی قاری شرح فقہ اکبر میں لکھتے ہیں کہ ہم کو مشابہت کافروں اور بدعتیوں کیساتھ اسی بات میں منع ہی جو انکے دین کا تمغہ اور پختہ علامت انکے فرق کی ہو اور نہیں منع مشابہت ہر مباح بدعتوں میں اب خیال کرنیکا مقام ہی کہ تشبہ جو حدیث میں منع ہے اسکے یہ معنی ہیں شرعاً پھر ہمکو قوم ہنود سے کسی بات میں مشابہت نہیں نہ قرآن پڑہنے میں نہ چنوں پر کلمہ پڑہنے میں یہانتک کہ تیسرے دن کے تعین میں بھی شرکت نہیں کیونکہ انکے تعین ٹلتے رہتے ہیں بباعث پیش آنے گرہ مذکور کے پس تشبہ لغوی و شرعی کسیطرح کا ہم کو انکے ساتھ نہیں و الحمد للہ علیٰ ذلک اسمٰعیلی سب کے سب اس مسئلہ میں بے سمجھے بوجھے حکم تشبہ لگا رہے ہیں اور حدیث نبوی من تشبہ بقوم فہو منہم کو نہایت درجہ بے محل پڑھ رہے ہیں فمال ھؤلاء القوم لا یکادون یفقھون حدیثا۔

خاتم المفسرین و المحدثین حضرت شاہ عبد العزیز صاحب کے تمام خاندان میں تیجہ کا رواج تھا شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا بھی تیجہ ہوا شاہ صاحب نے اپنے بھائیوں کا بھی تیجہ کیا شاہ صاحب کے ملفوظات میں ہی روز سوم کثرت ہجوم مردم آں قدر بود کہ بیرون از حساب است ہشتاد و یک ختم کلام اللہ بشمار آمد و زیادہ ہم شدہ باشد و کلمہ را حصر نیست (الملفوظات صفحہ ٨٠) یعنی تیجہ کے روز آدمیوں کا ہجوم اس

کثرت سے تھا کہ شمار میں نہیں آسکتا۔ اکیاسی ختم کلام اللہ شریف شمار میں آئے اور شاید اس سے زیادہ بھی ہوگئے ہوں اور کلمہ کی تو انتہا نہیں۔
اگر کوئی یہ کہے کہ مطلق ایصال ثواب کے جائز اور مستحب ہونے میں تو کسیطرح کا شبہ نہیں مگر تعین یوم و تخصیص تاریخ ایصال ثواب میں ناجائز ہے
تو ہم یہ کہیں گے کہ تخصیص کو وجہ ممانعت قرار دینے کے کیا معنی اگر یہ ہیں کہ نفس ایصال معرا عن الخصوصیات تو جائز ہے اور خصوصیت نے ناجائز
کردیا تو یہ کلام بے معنے ہے اسلئے کہ شئی من حیث ہو معرا عن الخصوصیات تو صرف ایک ذہنی مرتبہ ہے وہ خارج میں پائی نہیں جاسکتی کہ جو چیز خارج میں
موجود ہوگی وہ ضرور مختص ہوکر موجود ہوگی تو جب وہ متحقق ہی نہیں تو وہ نہ جائز ہے نہ ناجائز ہے کہ یہ دونوں فعل مکلف کی صفات ہیں اور افعال
مکلفین معرا عن الخصوصیات متحقق نہیں لہذا خصوصیت کو ناجائز کہنے کے معنی یہی ہیں کہ ایصال ثواب ہی کو ناجائز کہا جاتا ہے اور اسکو منع کرنیکا
یہ ایک حیلہ ہے اور جب ہم ایصال ثواب کو احادیث اور فقہ سے جائز ثابت کر چکے اور وہ ضرور کسی وقت خاص میں کسی مکان خاص میں کسی ہیئت
خاصہ کیساتھ ہوگا تو جبتک انہیں کی کوئی خصوصیت شرعاً ممنوع نہ قرار پائے تمام خصوصیات کے ساتھ ایصال ثواب جائز ہی رہیگا اور ناجائز کہنے
والے پر خصوصیت کی ممانعت ثابت کرنی ہوگی اور اگر خصوصیت کے ممنوع کہنے کے یہ معنی ہیں کہ مثلاً گیارہویں وغیرہ کی فاتحہ دلانیوالے اسے
گیارہویں ہی تاریخ کو جائز کہتے ہیں اور دیگر اوقات میں ناجائز جانتے ہیں اور جب مطلق ایصال ثواب جائز ہے تو اسے ایک تاریخ میں جائز کہنا دوسری
تاریخوں میں ناجائز کہنا خلاف شرع ہے کہ اطلاق شرعی کو اپنی رائے سے مقید کرنا ہے اور یہ ناجائز ہے تو ہم بھی کہتے ہیں کہ ایسی خصوصیت ضرور ممنوع
ہے اور ہرگز مسلمانوں کے ایصال ثواب کے متعلق ایسے خیالات نہیں ہیں عام طور پر جہانتک تجربہ سے ثابت ہے وہ یہی ہے کہ حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ
کی فاتحہ دلانیوالے اس قسم کی خصوصیت کے قائل نہیں وہ لوگ دوسری تاریخوں میں بھی فاتحہ دلاتے ہیں خواہ مخواہ ایک مسلمان کیساتھ بدظنی کب
روا ہے۔ ہاں یہ کہا جاسکتا ہے کہ ہم تو گیارہویں کی فاتحہ کو کہتے ہیں جو گیارہویں ہی کے دن ہوتی ہے اور دوسرے دن جو فاتحہ ہوگی وہ گیارہویں کی نہیں
ہے مگر اس ناجائز کہنے والے نے اتنا بھی نہ سمجھا کہ یہ فاتحہ کی خصوصیت بمعنے مذکور کہاں ہے یہ تو نام کی خصوصیت ہے، کہ جو فاتحہ گیارہویں تاریخ
کو ہوتی ہے اسی کو گیارہویں کہتے ہیں اور یہ بیشک صحیح ہے کیونکہ جو فاتحہ دوسری تاریخوں میں دلائی جائے وہ گیارہویں کی نیاز کیونکر کہی جاسکتی
ہے۔ ہاں اگر دیگر یوم کو بھی گیارہویں تاریخ کہتے تو اسکی فاتحہ کو بھی گیارہویں کی فاتحہ کہتے واذ لیس فلیس ثانیاً اگر یہ اعتراض درست
ہو تو اس فاتحہ کے جواز میں کلام نہ ہوا تسمیہ میں کلام ہوا جسکا مطلب یہ ہوا کہ یہ فاتحہ جائز ہے اور نام صحیح نہیں تو اب بھی ہمارا مدعا ثابت
ہوگیا کہ خاص گیارہویں تاریخ میں فاتحہ دلانا جائز ہے جبکہ دوسرے دنوں میں بھی ایصال کو جائز جانتا ہو۔ یہ جواب بربنائے تنزل ہے ورنہ
نام کے ناجائز ہونیکی کوئی وجہ نہیں۔ حقیقۃ الامر یہ ہے کہ یہ جتنی تخصیصات ہیں عرفی تخصیصات ہیں کوئی اسے شرعی تخصیصات نہیں
جانتا لوگوں نے اپنے مصالح اور آسانی کے لحاظ سے ایسی خصوصیت مقرر کر رکھی ہے اور اس خصوصیت کے غیر میں بھی جائز جانتے ہیں اور ایسی
خصوصیت میں کوئی قباحت نہیں اور اس میں شک نہیں کہ وقت مقرر کرنے میں جو آسانی ہے وہ مبہم میں نہیں کہ وقت کی پابندی میں
جس طرح کام انجام پا جاتا ہے وہ مبہم رکھنے میں نہیں ہوتا کہ مبہم میں یہ ہوتا ہے کہ آج کرینگے کل کرینگے یونہی زمانہ گذر جاتا ہے اور کام انجام
نہیں پاتا اور معین کرنے میں ہو جایا کرتا ہے! اور یہ ایک حقیقت ہے جس کا انکار نہیں کیا جاسکتا اور تمام منظم کام اسطرح بخوبی انجام پاتے ہیں
اسکو تخصیص شرعی قرار دینا خوش فہمی ہے اور اس تخصیص کے جواز میں اصلا شک نہیں عام طور پر ہندوستان کی مساجد میں اوقات
نماز گھڑیوں سے مقرر ہوتے ہیں کہ اتنے بجکر اتنے منٹ پر فلاں نماز ہوگی تو کیا اسطرح جماعت کرنا ممنوع ہے؟ اس میں یہی فائدہ ہے کہ تمام وہ
لوگ جو جماعت کے پابند ہیں وقت پر آجائینگے اور اگر ایسے اوقات نہ مقرر ہوں تو کبھی جماعت ملیگی کبھی نہیں اور اول وقت سے ہر نماز کیلئے اگر جماعت کا
انتظار کرنا پڑیگا اور ظاہر ہے کہ پابندی نہ ہو تو بعض وقت گھنٹوں بیٹھا رہنا پڑیگا اور کاروباری آدمی اتنا وقت نہیں خرچ کرسکتا
پھر جماعت ملنے کا کیا اطمینان ہو۔ اسیطرح تعمیر مدرسہ کی نہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہ خلفائے راشدین سے اور پہلے

صحابہ و تابعین حتی کہ امام اعظم اور امام محمد و ابو یوسف تک بھی تعلیم علم دین کی اُجرت نہ لیتے تھے اب علم دین کے پڑھانے پر تنخواہیں معین ہیں اور پہلے
جو کوئی روپیہ دیتا تھا مخفی طور پر دینے کو خالی ریا سے جانتا تھا اب چندہ دینے والوں کی نمائش ہوتی ہے اُنکے نام سال بسال کتابوں میں چھپتے ہیں چندہ دینے
والا اگر دینے میں کچھ تامل کرے تو ایک پیادہ متقاضی اسپر متعین کیا جاتا ہے۔ پہلے مدارس اسلامیہ میں طریقہ تعلیم اس طرح تھا کہ استاد پڑھتے تھے اور شاگرد
سُنتے تھے چنانچہ بخاری و مسلم و ابو داؤد وغیرہ یہ سب محدث لکھتے ہیں کہ ہمارے استادوں نے یہ حدیثیں ہمارے سامنے پڑھیں اور ہم کو تعلیم کیں جابجا لفظ
حدثنا شاہد ہے مکہ معظمہ زادہا اللہ شرفاً میں ابتک تیرہ سو برس ہو چکے وہی دستور جاری ہے کہ اُستاد پڑھتا ہے اور شاگرد سنتے ہیں اب بالکل یہاں متروک
ہے ہندوستان کے مدارس میں یہ طریقہ ہے کہ شاگرد پڑھتا ہے استاد سنتا ہے علاوہ اسکے منطق اور علم ہیئات و ہندسہ وغیرہ جن کا سلسلہ یونانیوں تک
پہنچتا ہے اور صحابہ کی جوتیوں تک کی گرد نہ لگی تھی اور تحصیل میں داخل ہیں یوں ہیں مدارس میں اوقات درس اوقات امتحان ایام تعلیم و ایام تعطیل وغیرہ
تمام انتظامی امور منضبط کیے جاتے ہیں تو کیا ان تخصیصات سے مدرسہ ناجائز اور اُنمیں پڑھنا بدعت ہے تخصیص کے ناجائز کہنے والوں کو چاہیئے کہ اپنے یہاں سے
مدارس اُٹھادیں اور کہیں کہ نفس تعلیم تو جائز ہے اور یہ تخصیصات کہ فلاں وقت سے فلاں وقت تک مدرسہ ہوگا اور فلاں جماعت میں فلاں فلاں کتابیں
ہونگی یہ سب بدعت ہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں یہ کل تخصیصات موجود نہ تھیں لہذا یہ مدرسہ اور اسمیں تعلیم ناجائز بلکہ تعلیم وہ جائز ہے
کہ وقت بھی معین نہو اور کتاب بھی معین نہو اور کسی قاعدہ و ضابطہ کے تحت میں نہو کبھی پڑھنے والا صبح آجائے اور کبھی دوپہر اور کبھی شام اور کبھی رات کو
اور کسی روز صرف کی کتاب اور کسی روز نحو کی اور کسی روز منطق کی اور کسی دن فقہ کی اصول کی حدیث کی تفسیر کی اور یہ سب بھی کسی سلسلہ اور ترتیب کے ساتھ
نہوں ورنہ پھر تخصیص پیدا ہو کر تعلیم ناجائز ہو جائیگی خلاصہ یہ کہ اس زمانہ کی طور تعلیم مدارس کو کہانتک بیان کروں کم سے کم علم آدمی بھی تامل کریگا
تو معلوم کرلیگا کہ بیشک مدرسہ تعلیم دین کا اس ہیئت کذائی اور ہیئت مجموعی کیساتھ ہرگز قرون ثلثہ میں پایا نہیں گیا لیکن بااینہمہ جائز کہتے ہیں اس کو
فقط اسبات پر نظر کرکے کہ گو یہ عوارض و لوازم بالائی سلف سے نہیں لیکن اصل تعلیم دین تو ثابت ہے ان عوارض سے اُسکی اصلیت باطل نہیں ہوتی اور یہ
نہیں کہتے کہ یہ تعلیم جو اس ہیئت کذائی سے ہے بدعت اور ضلالت ہے، اسی طرح اپنے دیگر امور خانہ داری اور کام ملاقات و سیر تفریح اور کھانے سونے
وغیرہ کسی کیلیئے وقت مقرر کرنا جائز نہو گا کہ ان کا جواز شرع سے مطلق ہے اور تخصیص بدعت ہے، یہ بدعت بدعت پکارنیوالے سب سے پہلے اپنے تمام
کاموں سے تخصیصات کو اُٹھاویں اسکے بعد عرس و گیارہویں و چہلم وغیرہ کو منع کریں اپنے لباس و وضع قطع میں اور ہر امر میں خصوصیت کو روا
رکھتے ہیں مگر ایصال ثواب میں خصوصیت آئی اور بدعت کا حکم لگا اس سے تو یہی ثابت ہوتا ہے کہ یہ لوگ ایصال ثواب ہی کو منع کرنا چاہتے ہیں
الحاصل ایصال ثواب شرعاً مندوب و محبوب ہے آیات و احادیث و فقہ سے اس کا جواز ثابت ہے اور گیارہویں وغیرہ کی فاتحہ بھی اسی ایصال ثواب کی
ایک فرد ہے۔ لہذا یہ بھی جائز کہ مطلق کے جواز ثابت ہونیکے بعد افراد کا جواز خود ہی ثابت ہے جب تک افراد میں شرعاً قباحت ثابت نہو ناجائز نہیں
کہہ سکتے اور یہاں گیارہویں وغیرہ کے عدم جواز کی کوئی دلیل نہیں نہ قرآن میں اسکی ممانعت نہ حدیث میں نہ اسکے متعلق کوئی اجماع نہ قیاس مجتہد
اور جب جائز ہونیکی کوئی شرعی دلیل نہیں تو ناجائز کہنا غلط و باطل اور بدعت کا حکم لگانا محض بے اصل ان لوگوں کو یہ بھی معلوم نہیں کہ بدعت کسے کہتے ہیں
اور بدعت کی کتنی قسمیں ہیں اور یہ کونسی بدعت ہے۔ جاننا چاہیئے کہ بدعت کی پانچ قسمیں ہیں اور وہ کبھی واجب ہوتی ہے رد المحتار میں ہے قولہ
ای صاحب بدعة ای محرمة والا فقد تکون واجبة کنصب الادلة للرد علی الفرق الضالة و تعلم النحو المفھم للکتاب والسنة و مندوبة کاحداث
نحو رباط و مدرسة وکل احسان لم یکن فی الصدر الاول و مکروھة کزخرفة المساجد و مباحة کالتوسع بلذیذ المآکل والمشارب والثیاب کما فی شرح الجامع
الصغیر للمناوی عن تھذیب النووی و مثلہ فی الطریقة المحمدیة للبرکلی" یعنی یہاں بدعت سے مراد بدعت محرمہ ہے ورنہ کبھی بدعت واجب
ہوتی ہے جیسا کہ فرقہ ضالہ کے رد کیلیئے دلیل قائم کرنا اور اسقدر نحو پڑھنا جس سے قرآن و حدیث سمجھ سکیں اور کبھی بدعت مندوب ہوتی ہے جیسے
مسافر خانہ اور مدرسہ بنانا اور نیک کام جو صدر اول میں نہ تھا اور کبھی مکروہ ہوتی ہے جیسے مسجدوں کو مزخرف کرنا اور کبھی مباح ہوتی ہے جیسے

لذیذ کھانے اور پینے اور لباس میں فراخی کرنا ایسا ہی مناوی کی شرح جامع صغیر میں ہے انھوں نے امام نووی کی تہذیب سے نقل کیا اور ایسا ہی برکلی کے طریقہ محمدیہ میں ہے لہذا اگر بدعت سے مطلق بدعت مراد ہے جو اقسام خمسہ کو شامل ہے تو ہمیں مُضر نہیں کہ اُسکی ایک قسم مندوب بھی ہے اور ایصال ثواب کو ہم مندوب ہی کہتے ہیں اور اگر بدعت سے مراد بدعت مذمومہ ہے تو اولاً یہ نیک کام ہے کہ مُردوں کو ثواب پہنچانا اچھی بات ہے اور ردالمحتار کی عبارت گزر چکی کہ یہ مندوب ہے لہذا مذمومہ کہنا غلط ہے ثانیاً بدعت مذمومہ وہ ہے جو مزاحم سنت ہو اسنے کونسی سنت کی مزاحمت کی جبکہ ایصال ثواب احادیث سے ثابت اور خصوصیت عرفی ہے کہ مثلاً گیارہویں تاریخ کے علاوہ بھی حضور غوث پاک کی فاتحہ جائز سمجھی جاتی ہے اسمیں کونسے حکم شرعی کا ابطال ہوا جس کی وجہ سے بدعت مذمومہ ہوئی بلکہ ایسی بعض تخصیصات قرن اول میں بھی پائی جاتی تھی مثلاً صحیح بخاری و مسلم شریف میں حضرت عبداللہ بن عمر سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر ہفتہ کے دن مسجد قبا کو تشریف لیجاتے تھے کبھی سوار کبھی پیدل اور اُسمیں دو رکعت نماز پڑھتے تھے ہفتہ کے ہی دن جانا یہ تخصیص ہے مگر اسکے یہ معنی نہیں کہ دوسرے دن جانا ناجائز ہے اسی طرح شب برات میں رسول اللہ جنت البقیع میں جاتے اور اہل قبور کیلیئے دعائے مغفرت کرتے جمعہ کے روز قبرستان میں تشریف لیجاتے وہاں سورہ یٰس پڑھتے اور اہل قبور کو بخشا کرتے اور اسیطرح حضور اقدس شہدائے احد کے مزارات پر ہر برس کے شروع میں تشریف لیجاتے اور حضور کے بعد خلفاء راشدین بھی جاتے ان احادیث سے ایصال ثواب کا ثبوت بہ تعیین زمانی و مکانی مع التزام بخوبی ثابت ہوگیا اور محقق ہوگیا کہ ان تعینات و تخصیصات کے ساتھ بھی ایصال ثواب سنت ہے نہ بدعت اور نہ حرام اور سنئے صحیح بخاری و صحیح مسلم نے حضرت شقیق رضؓ سے روایت کی ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ہر جمعرات کے دن لوگوں کو وعظ فرمایا کرتے تھے حضرت قتادہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا عرفہ کے دن روزہ رکھنے سے ایک سال کے گناہ اللہ معاف کردیتا ہے ترمذی اور نسائی میں ہے کہ آنحضرتؐ ہر پیر اور جمعرات کے روز روزہ رکھا کرتے تھے اور آنحضرتؐ نے حکم دیا کہ ہر مہینے میں تیرہویں چودہویں پندرہویں کو روزہ رکھا کرو۔

مشکوٰۃ شریف باب الاستسقا میں عائشہ صدیقہ رضؓ سے روایت ہے کہ لوگوں نے مینہ نہ برسنے کا رسول اللہ کی خدمت میں شکوہ کیا تو حضورؐ نے عیدگاہ میں منبر رکھنے کا حکم دیا اور ایک دن معین فرمایا کہ اُس دن سب لوگ عیدگاہ کو چلیں حضرت صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ حضور اُس دن طلوع آفتاب کے وقت نکلے اور عیدگاہ کو تشریف لیگئے علاوہ ان احادیث کے اور بہت سی احادیث ہیں جنمیں دن اور تاریخ مقرر کرنا اور دن مقرر پر اس کام کو کرنا درج ہے بخوف طوالت ترک کرتا ہوں غرضیکہ ان امور کو لحاظ کرتے ہوئے گیارہویں وغیرہ تاریخ کو فاتحہ دلانے میں اصلا کوئی حرج نہیں اور جو تخصیص ممنوع ہے وہ یہاں متحقق نہیں لہذا ناجائز بتانا صحیح نہیں البتہ تخصیص ممنوع کے مرتکب یہ منع کرنیوالے خود ہیں اور تخصیص کا الزام فاتحہ دلانیوالوں کے سر ڈالتے ہیں اگرچہ بظاہر یہ بعید معلوم ہوتا ہے کہ وہ مخصص کیونکر ہوئے سنئے تخصیص ممنوع یہ ہے کہ شرع میں حکم مطلق ہو کسی دن کیساتھ مقید نہو اسے کسی خاص دن میں جائز کہنا دوسرے دن میں ناجائز کہنا اور جب یہ بالتعین کہتے ہیں کہ گیارہویں تاریخ کو ایصال ثواب ناجائز ہے تو مطلب یہ ہوا کہ ایصال ثواب مطلق کو جو ہر روز جائز تھا اُنہوں نے کبھی جائز کہا اور کبھی ناجائز اور یہی تخصیص ممنوع ہے۔ علاوہ اسکے تخصیص ایسی چیز ہے کہ اگر چھوڑ دیجائے تو ایک دوسری تخصیص سے چارہ نہو گا یہاں تک کہ عدم تخصیص بھی ایک تخصیص ہے اور تخصیص سے بچنے میں وافعلوا الخیر کا حکم بالکل چھوٹ جاتا ہے غرضیکہ سب طرح سے بلاشبہ ایصال ثواب سنت ہے خواہ تعینات اور تخصیصات کے ساتھ ہو یا بلا تعینات و تخصیصات ایک ہی جانب کی ترجیح بلا مرجح ہے جو ہرگز قابل قبول اہل علم نہیں۔ +

(جمعرات وغیرہ خاص خاص تاریخوں میں ارواح کے حاضر ہونیکا بیان)

فقہ حنفی کی معتبر کتاب خزانۃ الروایات میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے یقول اذا کان یوم عید او یوم جمعۃ او یوم عاشورا او لیلۃ نصف من شعبان تاتی ارواح الاموات ویقومون علی ابواب بیوتہم فیقولون ھل من احد یذکرنا ھل من احد یترحم علینا ھل من احد یذکر غربتنا یا من سکنتم بیوتنا ویا من سعدتم بما شقینا ویا من قسمتم فی اوسع قصورنا ونحن فی ضیق قبورنا ویا من استذللتم ایتامنا ویا من نکحتم نسائنا ھل من احد یتفکر فی غربتنا وفقرنا کتبنا مطویۃ وکتبکم منشورۃ“ ترجمہ ”جب عید یا جمعہ یا دسویں محرم کا دن ہوتا ہے یا پندرہویں شعبان کی رات آتی ہے تو مُردوں کی روحیں آتی ہیں اور اپنے اپنے گھروں کے دروازہ پر کھڑی ہوتی ہیں پھر کہتی ہیں کوئی ہے جو ہم پر رحم کھائے۔ کوئی ہے جو ہماری غریبی کا خیال کرے۔ اے لوگو جو ہمارے گھروں میں رہتے ہو ہمارے مال سے چین کرتے ہو ہمارے وسیع مکانوں میں رہتے ہو اور ہم اپنی قبروں کی تنگی میں ہیں اے وہ لوگو جو ہمارے یتیموں کو ذلیل کر چکے ہو ہماری عورتوں سے نکاح کر لیا کوئی ہے جو ہماری غریبی محتاجی کو سوچے۔ ہمارے نامہ اعمال کھلے ہوئے ہیں اور ہمارے نامہ اعمال لپیٹ دیئے گئے ہیں“ یہ حدیث امام غزالی کی دقائق الاخبار میں بھی ہے اس حدیث میں صاف موجود ہے کہ وقت و تاریخ کے تعین کیساتھ مُردوں کی روحیں بحکم الٰہی آتی ہیں علی بن احمد غوری نے بھی اس روایت کو کنز العباد میں کتاب الروضہ باب خامس و اربعین سے نقل کیا ہے مولوی اسحٰق صاحب نے مائۃ مسائل میں اور مسائل اربعین میں اس خزانۃ الروایات کی سند پکڑی ہے معتمد علیہ ہونا اور پرانا ہونا اس کتاب کا واضح ہے صاحب کشف الظنون نے اسکے مصنف کا

حالی یہ لکھا ہی کہ قاضی جگن ہندوستان کے حنفی المذہب اور ساکن گجرات تھے تمام عمر فتوی دینے اور لکھنے میں گذری انتہی کلامہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے
اشعۃ اللمعات میں لکھا ہی "در بعض روایات آمدہ ست کہ روح میت می آید خانہ خود را شب جمعہ پس نظر میکند کہ تصدق می کند از وے یا نہ" اور خزانۃ الروایات
میں ہی "عن بعض العلماء المحققین ان الارواح تخلص لیلۃ الجمعۃ وتنتشر فجاؤا الی مقابرہم ثم جاؤا بیوتہم" ترجمہ بعض علماء محققین سے ہی کہ روحیں چھوٹتی ہیں
جمعہ کی رات کو اور پھیل جاتی ہیں قبروں کی طرف اور آتی ہیں یعنی جہاں اُنکے جسم مدفون ہیں پھر اپنے گھروں کی طرف آتی ہیں یعنی جہاں حالت حیات دنیا میں مقیم تھیں اور
صدر بن رشید تبریزی نے دستور القضات میں لکھا ہی کہ بیشک روحیں اہل ایمان کی آتی ہیں ہر جمعہ کی رات کو اور دن کو پھر کھڑی ہوتی ہیں اپنے گھروں کے سامنے پھر
پکارتی ہی ہر روح غمگین آواز سے اے میرے اہل اے میری اولاد اے میرے رشتہ دار ہم پر مہربانی کرو ساتھ خیرات کے اور یاد کرو اور مت بھولو اور ترس کھاؤ ہمارا
ہماری غربت میں یہ مال جو تمہارے ہاتھ میں ہی ہمارے ہاتھ میں تھا پھر روحیں پھر جاتی ہیں اُلٹی روتی ہوئیں اور آواز غمگین سے کہتی ہیں یا اللہ نا اُمید کیجو ان کو اپنی رحمت سے
جیسا نا اُمید پھیرا انہوں نے ہم کو دعا اور صدقہ سے۔ علی بن احمد غوری نے کنز العباد میں بھی اس روایت کو نقل کیا ہی ان صاحبوں کا قاعدہ ہی جس کتاب میں انکے خلاف
عقائد بیان ہوتے ہیں اسکو کہدیا کرتے ہیں یہ معتبر نہیں اسکی ضعیف روایتیں ہیں اسلئے میں خبردار کرتا ہوں کہ شیخ عبدالحق صاحب سے مولوی اسحق نے مائۃ مسائل میں
چند مقامات پر سند پکڑی ہی اور خزانۃ الروایات سے بھی انہوں نے سند پکڑی ہی۔ نیز دستور القضات سے بھی سند پکڑی ہی مسئلہ سیزدہم مائۃ مسائل میں پس یہ کتابیں اُن
بزرگواروں کی مسلم الثبوت قابل سند ہیں غرضیکہ اِن معتبر کتابوں کے موافق معلوم ہوا کہ جو لوگ خیر خیرات اور دعا درود وغیرہ نہیں کرتے اُنکے گھر سے روحیں موتے
کی غمگین نا اُمید ہو کر ان کو کوستی بد دعا دیتی نکلتی ہیں بناءً علیہ سلف میں دستور تھا کہ جمعرات کو صدقہ دیتے تھے لیکن آخری صدی کے بعض علما نے چھوڑ دیا۔
نیز صاحب مجموع الروایات نے کہا ہی کہ جب کوئی شخص کھانے کھلانے کا ارادہ کرے تو روز وفات بلکہ وقت وفات کا خیال کرے اور احتیاط کیساتھ اس ساعۃ کو
یاد رکھے جسمیں میت کی روح عالم بالا کو پرواز کر گئی ہو اسلئے کہ اموات کی روحیں ہر سال عرسوں میں اُس مقام و ساعۃ میں حاضر ہوتی ہیں جہاں انکا انتقال
ہوا ہے پس مناسب یہی ہی کہ اس ساعۃ میں کھانا وغیرہ کھلایا جائے کیونکہ اس سے میت کی روح خوش ہوتی ہی اور اسمیں بڑی تاثیر ہی اسی طرح منقول ہے
خزانۃ الجلالی اور جمع الجوامع مصنفہ علامہ جلال الدین سیوطی اور سراج الہدایہ مؤلفہ مولانا جلال الدین بخاری اور حاشیہ مظہری وغیرہ سے واللہ اعلم بالصواب
فلیکن ھذا آخر ما اردنا ایرادہ فی ھذا الباب واللہ ہو الہادی للصدق والصواب ÷

(تقاریظ علماء دین)

مجیب نے جو کچھ تحریر فرمایا ہی وہ نہایت صحیح ہی متفق الرائے ہوں ۔
(مولانا) فقیر احمد اللہ بھاگلپوری عفا عنہ الباری ÷

میں نے اِس رسالہ کو اول سے آخر تک دیکھا جو کچھ مجیب مصیب نے تحریر فرمایا وہ موافق
قرآن وحدیث و اجماع امت ہی ÷
(مولانا عبد الحی غفرلہ نائب صدر مدرس مدرسہ معینیہ عثمانیہ اجمیر شریف)

فاضل مؤلف نے رسالہ ھذا کو کمال متانت سے لکھا۔ اور دلائل و براہین و اقوال
علماء سے مزین کیا ہے۔ جزاہ اللہ خیر الجزاء ۔
(احقر محمد رفیع اللہ غفرلہ سہسرامی مدرس دار العلوم معینیہ عثمانیہ اجمیر شریف)

قد اجاد المؤلف واصاب فاعملوا بہ یا اولی الالباب ÷
(مولانا قاری عبد الرحمن عرب الموصلی مدرس دار العلوم معینیہ عثمانیہ)

الحمد للہ والصلوۃ علی رسولہ محمد والہ وصحبہ
برادران اسلام اِس خادم علوم شرعیہ نے رسالہ ہذا کے اکثر حصہ کا مطالعہ کیا
اسمیں فاضل محقق جناب مولانا مولوی سید امیر حنفی چشتی سلمہ کی تحقیق و تشریح کو
موافق مذہب اہل سنت صحیح اور مدلل پایا اگرچہ اس نام اور اس مضمون کا
پہلا مطبوعہ رسالہ بھی اہل فہم کے لئے مفید اور کافی ہی لیکن جدت دلائل اور
اضافہ معلومات و منقولات کے اعتبار سے مسئلہ جواز فاتحہ خوانی میں یہ
جدید کتاب مکمل اور حاوی ہی معتقدین باصفا کے لئے موجب طمانیت ہے
اور منکرین کم نظر کیلئے چراغ ہدایت ۔ فاضل مؤلف کے شکریہ کے ساتھ
اِس کتاب کی بکثرت اشاعت جس طرح زندوں کیلئے باعث تحصیل حسنات ہے
اسی طرح مردوں کیلئے بھی موجب حصول ثواب ۔ واللہ اعلم
ابو الاعجاز امتیاز احمد انصاری مفتی دار العلوم معینیہ عثمانیہ درگاہ معلی اجمیر شریف

ایصال ثواب کے استدلال کے سلسلہ میں اس سے زیادہ
کوئی رسالہ مفصل اور مدلل میری نظر سے نہیں گزرا۔
(احقر عزیز الاسلام کوچ بہاری۔ مدرس مدرسہ معینیہ عثمانیہ اجمیر شریف)

فاضل مجیب نے مسئلہ ایصال ثواب میں ہر قسم کے دلائل و روایات
کتب فقہ و احادیث و اقوال سلف سے جمع کر کے اس رسالہ میں درج
فرمائے رسالہ ھذا کے مطالعہ کرنیسے ہر شخص مخالفین جواب دینے کے لیئے
کافی استعداد حاصل کر سکتا ہی خصوصاً عوام کے لئے نہایت اہم اور
ضروری چیز ہے ۔ جزاہ اللہ خیر الجزاء
(مولانا محمد عبد اللہ عفی عنہ صدر مدرس مدرسہ حنفیہ صوفیہ اجمیر شریف)